ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مؤرخہ ۱۵؍ فروری سنہ ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكِ نِ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى.

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالکؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالے نے معاف کر دی ہے مسافر کے لیے آدھی نماز اور معاف کر دیا ہے روزہ کو مسافر کے لیے، دودھ پلانے والی کے لیے، حاملہ کے لیے۔
(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ مُحَبَّقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ حَمُوْلَةٌ تَاْوِىْ اِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن محبقؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کے پاس اچھی سواری ہو جو آرام سے اس کو منزل تک پہنچا دے، اس کو چاہیئے کہ روزہ رکھے جہاں رمضان آ جائے۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَجِدُ بِىْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِى السَّفَرِ فَهَلْ عَلَىَّ جُنَاحٌ قَالَ هِىَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت حمزہ بن اسلمیؓ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے اندر سفر میں روزہ رکھنے کی قوت رکھتا ہوں۔ کیا گناہ ہوگا، اگر میں روزہ رکھ لوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ روزہ نہ رکھنے کی خدا تعالے کی طرف سے اجازت ہے پس جو شخص اس اجازت سے فائدہ اُٹھائے بہتر ہے۔ اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے اُس پر کچھ گناہ بھی نہیں ہے۔ (مسلم)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنُ فِىْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شوہر کی موجودگی میں عورت کو نفل روزہ رکھنا جائز نہیں ہے مگر شوہر کی اجازت سے۔ عورت کو چاہیئے کہ بلا اجازت شوہر کے کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ (مسلم)۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَّزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اُمِّ عَمَّارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهٗ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِىْ فَقَالَتْ اِنِّىْ صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى يَفْرَغُوْا.

ترجمہ: حضرت ام عمارہؓ بنت کعبؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے لیے کھانا منگوایا۔ آپؐ نے اُمِ عمّارہ سے فرمایا: تم بھی کھاؤ۔ اُمِ عمّارہ نے کہا۔ میں روزہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ روزہ دار کے سامنے جب کھانا کھایا جائے تو رحمت بھیجتے ہیں فرشتے اس پر اس وقت تک کہ کھانا کھانے والے کھانے سے فارغ ہوں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّىْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِى الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهٗ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهٗ

ترجمہ: حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ آپ صبح کا کھانا کھا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یا بلال! صبح کا کھانا حاضر ہے۔ بلالؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں روزہ (نفلی) سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: کھاتے ہیں ہم رزق اپنا اور بلالؓ کا رزق جنت میں ہے۔ پھر فرمایا: بلالؓ! تم جانتے ہو، روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اُس کے لیے فرشتے جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جائے۔ (بیہقی)۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا يَجْتَهِدُ فِىْ غَيْرِهٖ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں غیر معمولی کوشش کرتے تھے جو ان دنوں کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانہ جات سے منظور شدہ

شرح چندہ
پاکستان و ہندوستان سے
سالانہ ــــــ ۱۱ روپے
ششماہی ــــــ ۶ روپے
سہ ماہی ــــــ ۳ روپے
فی پرچہ ــــــ ۲۵ پیسے



فون نمبر ـ ۶۷۵۴۵

سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ ملایا، ہانگ کانگ، انگلینڈ سے
سالانہ چندہ
عام ڈاک سے ۱۸،۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۴،۰۰ روپے
امریکہ
عام ڈاک سے ۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے ۸۳،۸۰ روپے
بیرونی ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا

جلد نمبر ۸ | (۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۹۶۳ء) | شمارہ نمبر ۴۱

پاکستانی غیرت کے مُنہ پر طمانچہ

قارئین خدام الدین

بخوبی جانتے ہیں کہ ہماری رائے ابتداء سے یہی ہے کہ جو قومیں اور ملک اللہ پر بھروسہ سے دستکش ہو کر غیروں کی امداد پہ اعتماد کریں وہ کبھی کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھتے۔ تاریخ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ جن قوموں اور ملکوں نے خود اعتمادی، عزم و ہمت، قوتِ عمل، ایمان و یقین، اتفاق و اتحاد اور استقامت کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مصائب کا مقابلہ کیا وہ زندگی کی دوڑ میں ہمیشہ آگے نکل گئے۔ اور جو قومیں ان اوصاف سے خالی تھیں کبھی منزلِ مُراد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ اس وقت بین الاقوامی سیاسیات نے جس طرح پلٹا کھایا ہے، حالات و واقعات کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ اور پاکستان کی خارجہ حکمت عملی جن مراحل سے دوچار ہے وہ بھی ہمارے دعوے کی مکمل تصدیق کرتی ہے۔

یہ حقیقت کہ ہماری سابقہ حکومتوں نے امریکہ و برطانیہ اور مغربی حلیفوں پر کامل اعتماد کیا، ان کی امداد کو مدارِ بقاء ٹھہرایا اور ان کے اشاروں پر ناچنا زندگی کی علامت سمجھی، کسی ذی شعور پاکستانی سے پوشیدہ نہیں۔ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم!
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ہمارا مفاد سامنے آیا۔ ہم نے اپنے حفظ و بقا کی خاطر ذرا سی کروٹ لی اور ہماری موجودہ حکومت نے خارجی معاملات میں سامراجیوں کے اشاروں پر ناچنے سے اتفاق نہ کیا تو انہوں نے مغربی محبوب کی طرح فوراً آنکھیں پھیر لیں، اپنے تمام وعدے بھلا دیئے اور ہمارے مسلسل احتجاج کے باوجود انہوں نے ہمارے حریف بھارت کی آغوش گرمانے میں ہی عافیت سمجھی۔ اور اب تو انہوں نے ہماری غیرت و حمیت کا مذاق اڑانا بھی شروع کر دیا ہے، چنانچہ امریکی نائب وزیر خارجہ برائے مشرقِ قریب و جنوب مشرقی ایشیا مسٹر فلپس ٹالبوٹ نے اخباری نمائندوں کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جو پھلجڑیاں راولپنڈی میں چھوڑی ہیں۔ وہ یقیناً پاکستانی غیرت کا منہ چڑانے کے مرادف ہیں۔ انہوں نے صاف اور کھلے الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ امریکہ کسی احتجاج کی پرواہ کئے بغیر بھارت کو جنگی امداد دیتا رہے گا۔ پاکستان کو مزید اسلحہ نہیں دے گا۔ اور اگر پاکستان اس صورت حال سے تکلیف محسوس کرتا ہے تو اسے اجازت ہے کہ دفاعی معاہدوں کے کاغذی تعلق کو بھی ختم کر دے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دفاعی معاہدوں میں شریک رہنا ہے اور امریکہ سے دوستی کی طلب ہے تو پاکستان اپنے تمام قومی مفادات خاک میں ملا کر امریکہ کا سو فیصدی حاشیہ بردار بن جائے اور اس کے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کرنے کو ہر گھڑی تیار رہے۔ وہ چاہے تو اُسے چین سے لڑائے اور چاہے تو روس کے مقابلہ میں کرایہ کا ٹٹو یا قربانی کا بکرا بنائے۔ درحقیقت اس کی خواہش یہ ہے کہ پاکستان کو اپنا تابع مہمل بنا کر رکھے اور اس کے معاملات میں پوری طرح دخیل ہو جائے۔ لیکن اس کے برعکس امریکہ چاہے پاکستان کے سب سے بڑے دشمن ہندوستان سے کتنا ہی ربط وضبط کیوں نہ بڑھائے وہ امریکہ کے خلاف حرف شکایت بھی زبان پر نہ لائے

ظاہر ہے اس سے بڑھ کر طمانچہ پاکستانی حمیت و غیرت کے منہ پر اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور یہ ذلت آمیز صورتِ حال کیوں کر برداشت کی جا سکتی ہے؟ ہمارے لیڈروں کو چاہیئے کہ وہ واشگاف الفاظ میں یہ حقیقت واضح کر دیں کہ ایسی حالت میں جب کہ مغربی ممالک بلاوجہ اور... بلا ضرورت ہمارے حریف ہندوستان کو اسلحہ کی موسلا دھار بارش سے نواز کر پاکستان کی آزادی و سالمیّت کو خطرے میں ڈال رہے ہیں ہمیں امریکہ کے دفاعی معاہدوں میں شریک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ اعلان کر دیں۔ کہ ہم صرف اللہ کے بھروسہ پر اپنے فرائض انفرادی طور پر ادا کرتے رہیں گے۔ مگر امریکہ کے طفیلی بننا پسند نہیں کریں گے۔

اس سلسلہ میں مصر کی مثال ہمارے سامنے ہے مغربی ممالک نے اس سے کیا کیا دغا نہیں کیا طرح طرح کے مصائب سے اُسے دوچار ہونا پڑا۔ مشکلات کے پہاڑ مصریوں کی راہ میں حائل کیئے گئے۔ لیکن صدر ناصر کی ہمت و عزیمت آڑے آئی۔ اور اُس نے مغربی استعمار کا منہ پھیر کر رکھ دیا آج اس کے بدترین دشمن بھی اس کی عظمت و قوت کا لوہا ماننے پر مجبور ہیں اور اقرار کرتے ہیں۔ کہ ناصر مشرق وسطےٰ کی سب سے بڑی قوت ہے۔ لیکن یہی ناصر اگر مسئلہ کشمیر کی طرح نہر سویز کو قومیانے کے لئے گفت و شنید اور قیل وقال کا طریق اختیار کرتے اور غیروں کے دستِ کرم کی طرف لگا رکھتے تو یہ مسئلہ آج تک حل نہ ہوتا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ غصب کردہ حق صرف راست اقدام ہی سے واپس آیا کرتا ہے چنانچہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا، خود اعتمادی، قوتِ عمل، استقامت، ایمان و ایقان کا اسلحہ لیا سارے مادی سہاروں سے بے نیازی اختیار کی اور اپنی مدد آپ کرو کے اصول پر کاربند ہو کر میدانِ عمل میں کود گئے تو خدا کی نصرتیں بھی ان کے ساتھ ہو گئیں اور فرمان کا جاری کرنا تھا

کہ نہر سویز پر معمولی سی قربانی کے بعد ان کا قبضہ ہو گیا اور دنیا منہ دیکھتی رہ گئی۔

پھر کچھ عرصہ تک یہ کہا جاتا رہا کہ متحدہ عرب جمہوریہ نہر سویز کا انتظام نہیں کر سکتا اور نہ وہ سویز کمپنی کو معاوضے کی رقم ادا کر سکے گا۔ لیکن آج امریکہ کا میگزین "نیوز" گواہی دیتا ہے کہ نہر کا انتظام ہی پہلے سے بہتر نہیں ہو گیا بلکہ ٹریفک بھی اس میں پہلے سے زیادہ ہے۔ نہر کو قومیانے سے قبل جہاں اس میں سے روزانہ چالیس جہاز گزرتے تھے اب پچاس جہاز گزرتے ہیں۔ نہر کو ۱۹۵۱ء کے مقابلے میں نہ صرف چوڑا کرایا گیا ہے بلکہ گہرا بھی کرا دیا گیا ہے اس کے دونوں کناروں کو راڈر سسٹم سے لیس کیا گیا ہے اور مصر نے زرمبادلہ کی کمی کے باوجود معاوضے کی اقساط وقت پر ادا کر دی ہیں۔ اور اس مہینے معاوضہ کی آخری قسط گیارہ ملین ڈالر وقت سے ایک سال قبل ادا کر کے اس نے مغربی ممالک کا منہ بند کر دیا ہے۔

اندازہ کیجئے! ۸۱ ملین ڈالر کی رقم کا ادا کرنا مصر جیسے چھوٹے ملک کے لئے کوئی معمولی کام نہ تھا۔ مگر ہمت مرداں مدد خدا اسی موقع کے لئے کہا جاتا ہے۔

آخر میں ہم اپنی حکومت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ تمام سہاروں سے بے نیاز ہو کر اللہ رب العزت کا سہارا پکڑے اور بین الاقوامی تعلقات اور خارجہ حکمت عملی کے پورے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں عمل میں لائے۔

سینما سازی کی وبا

ہمیں کراچی اور لاہور سے خدام الدین کے بیشتر قارئین کرام کی طرف سے کئی مراسلے موصول ہو چکے ہیں۔ جن میں حکومت سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ سینما سازی جیسی لعنت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو بند باندھے۔ سینما بنانے کے لئے جابجا اجازت نامے نہ دے۔ اور سینما سازوں کی قطعًا کوئی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ لوگوں کو شکایت ہے کہ جس جگہ سینما ہال تعمیر ہو جاتا ہے۔ وہاں کی آبادی پر اس کے نہایت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کی زندگیاں اجیرن ہو جاتی ہیں۔ فحاشی بے حیائی، فیشن پرستی، ٹیڈی ازم اور اسی قسم کے خبائث زور پکڑ جاتے ہیں ــ زنا، اغوا اور معاشقہ کی وارداتیں عام ہو جاتی ہیں، آبادی کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں بچے اور بچیوں کے عادات و اطوار میں برائیاں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ اور اس طرح نسلوں کا مستقبل برباد ہو کر رہ جاتا ہے ہم حکومت سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں اپنی پالیسی پر نظر ثانی فرمائے اور سینما سازی کے لائسنس دھڑا دھڑ تقسیم نہ کرے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے ہمیشہ بالا رہی ہے کہ حکومت کی طرف سے ٹیڈی ازم کی روک تھام کے لئے نت نئے اعلانات ہر روز ہوتے رہتے ہیں۔ اصلاح معاشرہ کی اپیلیں بار بار کی جاتی ہیں، زنا، اغوا، قتل اور معاشقہ کی وارداتوں کا رونا لگاتار رویا جاتا ہے۔ مگر ان کے محرکات کی روک تھام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی، برائیوں کے سوتے جن دہانوں سے پھوٹتے ہیں۔ انہیں بند نہیں کیا جاتا اور یہ فحاشی و معائب جس شجر خبیثہ کے برگ و بار ہیں اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا ــ اگر حکومت واقعی فحاشی و جرائم کا انسداد چاہتی ہے اور ہمارے خیال میں وہ یقینًا چاہتی ہے تو اسے ان مراکز کا قلع قمع کرنا چاہیئے ــ جہاں سے یہ برائیاں پھوٹتی اور جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہیں ــ

کیا تماشائی مرد اور عورتیں پردۂ سکرین پر فلم ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو مختلف فیشنوں میں ملبوس دیکھ کر فیشن پرستی کا شکار نہیں ہوں گے؟ کیا فلمی اداکاروں کی اداکاری کے عریاں مناظر دیکھ کر نوجوان پود کی جنسی خواہشات میں ہیجان پیدا نہ ہو گا اور فلمی چہروں کے بیباکانہ اختلاط کے پیش نظر کیا ان کے جذبات آوارہ اور وساوس شیطانی کو انگیخت نہ ہو گی؟ اور کیا دیواروں پر جابجا ملکی اور بالخصوص غیر ملکی فلموں کی ننگی تصاویر کی نمائش قوم کے نونہالوں کے اخلاق و اطوار کو تباہ و برباد کر کے نہ رکھ دے گی ــ یہ تمام چیزیں قومی رہنماؤں کے فوری غور و فکر کی محتاج ہیں اور حکومت کو اس بارے میں جلد از جلد کوئی مناسب اقدام کرنا چاہیئے ــ ورنہ پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے اور ملک میں صحت مندانہ معاشرہ کی بنیاد اٹھانے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا ــ

اور اس طرح عوام و حکام سب اپنی اپنی غفلت کی بنا پر اپنے اپنے مناصب اور دائرہ اختیار کے مطابق بارگاہ رب العزت میں جواب دہ ہونگے

وما علینا الا البلاغ

یہ حقیقت ہے کہ انساں کی تباہی میں شریک
فتنۂ رُخ ہی نہیں فتنۂ تصویر بھی ہے

راگ رنگ کے طاؤس نواز سربراہوں کو

انتباہ؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ق صلے
وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ
وَقْرًا ج فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

(سورۃ لقمان آیات ۶ - ۷)

ترجمہ! اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے۔ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اس کی ہنسی اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے۔ جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دیدیجئے ــ

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نضر بن حارث ایک کافر تھا۔ جو سوداگری کے لئے عراق کی طرف جاتا تو گانے والی عورتیں اور ناول خرید لاتا۔ اور مکہ کے لوگوں میں ڈرامے کر کے لوگوں کو راگ و رنگ میں مشغول رکھتا اور شراب پلاتا اس رندی کی مجلس سے ایمان کا اثر مٹ جاتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ النور پ۱۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان داروں میں بدکاری پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل پ۱۵)

ترجمہ! بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہو گی

ــ فتنۂ دل و نگاہ کھیل تماشے راگ۔ رنگ سینما سے اسلام سوز تفریحی تسکین حاصل کرنے سے خود بچیں اور دوسروں کو بچائیں۔

(خاموش مبلغ)

خطبہ یوم الجمعہ ۱۳ رمضان المبارک بمطابق ۸ فروری ۱۹۶۳ء

مغفرت اور جنّت کے مستحق بندے

از جانشین شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

بزرگان محترم!

ماہِ رمضان المبارک کے متعلق سیّدِ دو عالم، روحِ دو عالم، رحمت دو عالم فداہ ابی واُمّی کا ارشادِ گرامی ہے۔

وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّآخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ ۝

(رمضان) وہ مہینہ ہے جس کی ابتداء رحمتِ الٰہی کے نزول کا وقت ہے اور اس کا درمیان مغفرت کا زمانہ ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزاد ہونے کا وقت ہے (یعنی پورا اجر مل جانے کا وقت ہے) ایک اور حدیث نبویؐ کے مطابق رمضان کا چاند طلوع ہوتے ہی چونکہ جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیاطین پابند سلاسل کر دیے جاتے ہیں جکڑ دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ مخلوقِ خدا کو گمراہ نہ کرسکیں ...... اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ رحمت خداوندی کے جوش میں ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے سرورِ انبیاء جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے رمضان کو رحمت کے نزول کا وقت بتایا ہے

مغفرت کا زمانہ

وسطِ رمضان کو سیّدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا زمانہ قرار دیا۔ اور بدیہی بات ہے کہ اگر رحمتِ الٰہی نہ ہو تو مغفرت کیونکر ہوسکتی ہے بخشش بہرحال رحمت الٰہی پر مرتب ہوگی ـــ اور مغفرت ہونے پر لامحالہ انسان جنّت کا مستحق ٹھہرے گا اور دوزخ سے آزاد ہو جائے گا

برادرانِ اسلام!

ان دنوں ہم چونکہ رمضان کے دوسرے عشرہ یعنی وسطِ رمضان سے گزر رہے ہیں جو مغفرت کا زمانہ ہے۔ اور آخرِ رمضان چند دنوں تک انشاء اللہ ہمارے سامنے ہوگا۔ جس میں خداوند قدوس اپنے فضل سے امت مسلمہ کے کامیاب افراد کو دوزخ سے آزاد ہونے کا پروانہ اور جنّت کا مستحق ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمائیں گے۔ میں نے آج کی معروضات کا عنوان اسی مناسبت سے "مغفرت اور جنّت کے مستحق بندے" تجویز کیا ہے۔

فرمانِ خداوندی!

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ لا پ۴ سورۂ آل عمران ۱۳۳ آیت)

ترجمہ! اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

ان اعمال واخلاق کی طرف جھپٹو، جو حسبِ وعدۂ خداوندی اُس کی بخشش اور جنّت کا مستحق بناتے ہیں۔ چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان وزمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی۔ اس لئے سمجھانے کے لئے جنّت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی گویا بتلا دیا کہ جنّت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا۔

حاصل

(۱) مسلمان کو بخشش طلب کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا چاہیئے

(۲) جنّت کا مستحق بننے کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیں۔ اور ان کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی جدّو[جہد] کرنا چاہیئے ـــ

ورثائے جنّت کی خوبیاں

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ص وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

(پ۴ - سورہ آل عمران آیت ۱۳۴ تا ۱۳۶)

ترجمہ! جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے ـــ اور اپنے کئے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں ـــ یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں سے بخشش ہے اور باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ـــ ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے ـــ

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی نہ عیش وخوشی میں اللہ کو بھولتے ہیں نہ تنگی وتکلیف کے وقت خرچ کرنے سے چراتے ہیں۔ ہر موقع پر اور ہر حال میں حسبِ مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں سود خواروں کی طرح بخیل اور روپیہ کے پجاری نہیں گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔ غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے اس پر یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں۔ اور نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو یا کسی اور بُری حرکت کے مرتکب ہو جائیں جس کا ضرر ان کی ذات تک محدود ہو تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی خدا کی عظمت جلال، اس کے حقوق واحکام، اس کی عدالت

گی پیشی ، اور وعدہ وعید کو یاد کرکے زبان سے بھی اس کی یاد شروع کر دیتے ، خوف زدہ اور مضطرب ہوکر اسے پکارتے ، اس کے سامنے سربسجود ہوتے پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اس کے موافق معافی اور بخشش طلب کرتے ہیں ۔ مثلاً اہل حقوق کے حق ادا کئے یا معاف کرائے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیونکہ اصل بخشنے والا تو وہی ہے) جو گناہ بمقتضائے بشریت ہو جائے اس پر اڑتے نہیں بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالے بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے ندامت و اقلاع کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہو جاتے ہیں ۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین میں ہیں ۔ جن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے ۔ حق تعالے ان تائبین کے گناہ معاف کرکے انہیں جنت میں جگہ دے گا ۔ اور جو توبہ اور نیک عمل کئے ہوں گے ان کا بہترین معاوضہ ملے گا ۔

جنت کے مستحق بندوں کی چھ خوبیاں

(۱) خوشی ہو یا غمی وہ اللہ کی راہ میں بہرحال اپنا مال اور اپنی قوت خرچ کرتے ہیں تنگ دستی میں بھی اپنا ہاتھ نہیں روکتے ۔

(۲) وہ غصہ کو پی جاتے ہیں ۔ غصہ سے مغلوب ہوکر ناخوشگوار حرکات نہیں کرتے اور نازیبا جملے منہ سے نہیں نکالتے ۔

۳۔ وہ خطار کار لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں عفو و کرم ان کا خاصہ ہوتا ہے

۴۔ احسان کرنا ان کی فطرت میں داخل ہوتا ہے نیکی کرنے والوں کو اللہ یقیناً دوست رکھتا ہے

(۵) غلطی سے یا انجان پنے سے کوئی غلطی یا زیادتی ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے جونہی اس کا احساس ہو جائے اور ان کے علم میں جائے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں ۔

یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے انسان میں خدا خوفی ، پرہیزگاری اور نیکوکاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں —— ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت ہے —— اللہ کریم ایسے لوگوں کی خطاؤں کو چھپا لیتا ہے —— ان سے درگذر فرماتا ہے اور اپنے عفو و کرم سے نوازتا ہے ۔ آخرت میں ان کے لئے جنت ہے ——

کاش انسان اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا کر اللہ رب العزت کے روبرو پیش ہو ۔

برادران اسلام

یہ اللہ تعالے کا محض لطف و کرم ہے کہ وہ انسان کو بخشش کے مواقع فراہم کرتا اور اسے لمبی ڈھیل دیتا ہے —— ہمیں ہر گھڑی اللہ کی مغفرت طلب کرنی چاہیئے

ارشاد نبویؐ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جس قدر خوش بندے کے استغفار کرنے پر ہوتا ہے اور کسی چیز پر نہیں ہوتا —— چنانچہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کس قدر پیارے اور میٹھے انداز میں ایک مثال سے واضح فرمایا ہے اور حجاز کے بدوؤں کو ایسا مشکل مسئلہ کیسے سہل الفاظ میں حل کر دیا ہے ۔

آپ جانتے ہیں ۔ عرب ایک ریگستان ہے جہاں میلوں پانی نہیں ملتا ۔ حجاز کی آب و ہوا ، وہاں کی خشکی اور ریگستان اللہ کی پناہ —— اب حضورؐ کی مثال اس ماحول کے مطابق سنیئے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنا کھانا اور پانی ایک اونٹ پر رکھے ہوئے ریگستانی جنگل میں سفر کر رہا ہو اتفاق سے وہ ایک درخت کے نیچے آرام لینے بیٹھ گیا ہو اسی حالت میں تھوڑی سی نیند آگئی ۔ اور اس سے اونٹ کی رسّی چھوٹ گئی ۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ اونٹ جس پر سامان زندگی لدا ہوا تھا وہ غائب ہو گیا ۔ یہ اس اونٹ کو تلاش کرنے لگا ۔ جنگل کی دھوپ ، گرمی لق و دق میدان میں ہر طرف دوڑتا پھرا لیکن اونٹ کا کہیں پتہ نہیں لگا ۔ آخر تھک کر زندگی سے مایوس ہو گیا اور لیٹ کر موت کا انتظار کرنے لگا ۔ پیاس بڑھتی جاتی ہے اور دم کھچ رہا ہے ۔ غرض ہر طرح موت کے آثار ظاہر ہو چکے ۔ ناامیدیوں نے اس مسافر کا محاصرہ کر لیا اسی ناامیدی کی حالت میں ہلکی سی آواز کان میں آئی آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ سرمایۂ زندگی سامنے کھڑا ہے ۔ بتاؤ اس مایوس انسان کو اونٹ ملنے کی کیسی خوشی ہوگی ؟

حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اس کی خوشی کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے —— اس نے تو دوبارہ زندگی حاصل کی ۔ گویا موت کے منہ سے نکل آیا ۔ حضورؐ نے فرمایا جتنی خوشی اس قریب الموت مسافر کو اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے اس خوشی سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالے کو اس وقت ہوتی ہے ۔ جب کوئی بندہ اس سے اپنے جرائم کی توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے ترک جرم کا عہد کرتا ہے ۔

عارف رومیؒ نے ایک واقعہ مثنوی میں نقل فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کی نماز باجماعت فوت ہو گئی ۔ جب وہ مسجد پہنچے تو دیکھا لوگ نماز پڑھکر نکل رہے ہیں انہوں نے حیرت زدہ ہوکر دریافت کیا ، آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں ؟

دوسرے حضرات نے جواب دیا ۔ نماز ہو چکی ہم نماز سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں ۔ اس صحابیؓ نے پھر دریافت کیا کہ کیا جماعت ہو گئی ؟ لوگوں نے کہا ہاں بھائی پیغمبر علیہ السلام نے سلام پھیر دیا ۔ اور جماعت ہو چکی ۔ اس صحابی کو فوت جماعت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اس کے منہ سے ایک آہ نکل گئی ۔ یہ آہ ایسی دلسوز تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کلیجہ جل گیا جو لوگ نماز پڑھ کر نکلے تھے ۔ ان میں سے ایک شخص نے اس صحابی کو علیحدہ لے جا کر کہا آپ جماعت کی نماز کا ثواب چاہتے ہیں ؟ —— انہوں نے کہا ہاں میں جماعت کا ثواب چاہتا ہوں اس شخص نے کہا جماعت کا ثواب میں تم کو اپنا دے دیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے یہ آہ دے دو —— یہ صحابی رضامند ہو گئے —— آہ دے آئے اور جماعت کا ثواب اس سے لے کر چلے آئے رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص دریافت کرتا ہے " اے خدا کے بندے ! آج کیا فروخت کر آیا ؟ اس نے کہا ، ایک آہ منہ سے نکلی تھی وہ فروخت کر آیا —— اس دریافت کرنے والے نے کہا وہ آہ تو اتنی قیمتی تھی کہ اگر قیامت کے دن اہل محشر پر تقسیم کر دی جاتی تو تمام اہل محشر کی نجات کے لئے وہ آہ کافی تھی ——

اللہ تعالے ہمیں بھی استغفار کرنے کی اور گناہوں سے بچنے اور جنتیوں کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

ہمّت کے کام

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ج

(سورۂ لقمان آیت ۱۷)

بیٹا

نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر ۔ بے شک یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے ۔

(ف) نماز کے ساتھ زکوٰۃ نہیں کہی ایسے لوگوں کے پاس مال کہاں رہتا ہے ۱۲ منہ موضح القرآن

صیامِ رمضان عبدیت و اطاعتِ خداوندی کا مظاہرہ

ازارشادات شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مد ظلہ مہتمم و بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک نے ۲۸ر شعبان بروز جمعۃ المبارک ـــــ حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی جسے مولانا سلطان محمود نے قلمبند کیا ـــــ ادارہ ـــــ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

رمضان کی فضیلت

اس وقت یہ حدیث مبارک جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی اس میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے تیسرے رکن روزہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ سر پر آگیا ہے۔ جو ہمارے لئے بہت بڑا ذریعۂ مغفرت و کامیابی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جس مرد و عورت نے ماہِ رمضان خالص اور صرف ایمان کی وجہ سے رکھے اس کے تمام پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یعنی اس کے روزے رکھنے صرف ایمان اور ثواب خداوندی کی امید کی وجہ سے ہوں کوئی دوسری غرض لالچ و حکمت ملحوظ نہ ہو گو شریعت کے ہر ہر حکم اور ہر ہر بات میں ہزارہا نکتے اور بے شمار حکمتیں موجود ہیں سینکڑوں مصلحتیں پائی جاتی ہیں مگر ایک بندۂ مؤمن کا کام یہ نہیں کہ احکام خداوندی کی تعمیل کے لئے مصلحتوں کے درپے ہو حکمت اور فائدہ معلوم ہو یا نہ ہو مگر بندہ کا کام تعمیل حکم ہے

روزہ اور دوسرے احکام میں تعمیل حکم خداوندی

اگر سمندر میں کودنے کا حکم ہو تو غلام کا کام فوراً کود جانا ہے اور اگر آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم ہو جائے تو بلا چون وچرا کود جانا اطاعت اور فرمانبرداری کی دلیل ہے۔ یہی غلام کا کام ہے کہ بلا کسی پس و پیش آقا کے احکام کی تعمیل کرے محمود غزنوی ایک بہت بڑے بادشاہ گذرے ہیں۔ فاتح ہند تھے غزنی سے لے کر ہندوستان کے دوسرے سرے تک سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کے ساتھ ساتھ ولی اللہ بھی تھے۔ جبکہ بادشاہوں میں اولیاء بہت کم نکلتے ہیں اتنی عظمت وشان کی بادشاہی تھی ان کا ایک غلام تھا جو ایاز کے نام سے مشہور ہے ایاز سے حضرت محمود غزنویؒ کی بے پناہ محبت تھی "محمود و ایاز" کے واقعات مشہور ہیں۔ ایاز کے ساتھ بادشاہ کی غیر معمولی محبت سے لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی موقعہ بموقعہ وزراء مقربین نے بادشاہ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ ہم بڑے بڑے عہدہ دار ہیں۔ اور سلطنت کے اہم امور انجام دینے کے باوجود جتنی محبت آپ کی ایاز کے ساتھ ہے اتنی ہمارے ساتھ نہیں بادشاہ سن کر خاموش ہو جاتے۔ ایک دن بادشاہ بھرے دربار میں موجود تھے۔ پاس بڑے بڑے اہل حکومت و عمائدین بھی موجود تھے اچانک بادشاہ نے ہیروں اور موتیوں سے مرصّع جواہرات سے جڑا ہوا گلاس اٹھا کر وزیر اعظم کو حکم دیا کہ اسے توڑ دے۔ وزیر اعظم حیران و ششدر رہ گیا کہ لاکھوں کا یہ قیمتی بلوری گلاس کس طرح توڑ دوں اور کیوں بادشاہ نے ایسا حکم دیا؟ سوچ میں پڑ گیا کہ بادشاہ کے دماغ میں فتور تو نہیں آیا؟ بادشاہ نے وزیر کے تأمل کو دیکھ کر گلاس اُس کے ہاتھ سے چھین لیا اور دوسرے وزیر کو دیا وہ بھی پس و پیش کرنے لگا اب بادشاہ نے پورے غصہ میں اُس سے بھی لے کر تیسرے وزیر اور درباری کو دیا اُس نے بھی حیرانی اور لیت و لعل کے ساتھ تعمیل حکم میں کوتاہی کی اسی طرح سب مصاحبوں اور کمانڈروں نے پس و پیش کیا اب سلطان محمود غزنوی نے گلاس ایاز کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور اسے توڑنے کا حکم دیا ایاز نے حکم سنتے ہی ایک پتھر نیچے اور ایک پتھر اوپر رکھ کر گلاس کو توڑ ڈالا، بلوری برتن کو ریزہ ریزہ کر دیا موتی جواہر توڑ ڈالے اب اچانک بادشاہ نے غصہ سے جلا کر کہا کیوں؟ ایاز تیرا دماغ خراب ہے کہ تو نے لاکھوں روپے کا برتن ضائع کر دیا کیوں یہ بے وقوفی کی گلاس کو بلا وجہ توڑ دیا؟ ایاز نے فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہ سے معافی مانگنی شروع کی عاجزی اور شرمندگی کا اظہار کیا کہ حضور میں تو ایک غلام ہوں۔ مجھ سے غلطی اپنی کم عقلی کی وجہ سے سرزد ہوئی میں کم عقل ہوں بے سمجھ اور بے وقوف ہوں حضور مجھے فروخت کر ڈالیئے اور میری قیمت سے گلاس کا تاوان پورا کیجئے اور جو سزا و جرمانہ مجھ پر ہو سکے لگا دیجئے محمود غزنویؒ ایاز کا یہ حال دیکھ کر درباریوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ دیکھئے ایاز اور تم میں یہ فرق ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی شان یہ ہے کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل میں عقلمندی اور سوچ و فکر سے کام لینا شروع کیا اور ایاز کے ساتھ بھی عقل و فکر تھا۔ مگر میرے حکم کی تعمیل کے بارے میں نہ اس نے عقل و فکر کو دخل دیا اور نہ مال کے ضائع ہونے و برباد ہونے کی فکر کی پھر میں نے باوجود اس کے کہ تم سب کے سامنے اسے حکم دیا تھا مگر جب میں نے اسے ڈانٹا اور بازپرس کی تو اُس نے یہ نہیں کہا کہ آپ ہی کا حکم اس کے توڑنے کا منشاء و سبب بنا ہے بلکہ رو کر معافی مانگی۔ لجاجت اور معذرت کی گڑگڑا کر معافی مانگی۔ یہ ہے فرمانبرداری اور بے پناہ اطاعت جس کی وجہ سے ایاز نے مجھے گرویدہ بنا لیا ہے ـــــ میرے بھائیو ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی اطاعت کس طرح کرتا ہے؟ ایک غلام تعمیل حکم کی حکمتوں اور مصلحتوں کا خیال نہیں کرتا ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہیئے۔ ع

کار عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن

بلا چون وچرا انقیاد و عبادت کا دوسرا نمونہ

ہمارے جد امجد حضرت آدم علےٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ابلیس نے اس سے قبل سات لاکھ برس خدا کی عبادت کی بڑی علم و دانش کا مالک اور بہت بڑی عبادتیں کرنے والا تھا اب خداوند تعالےٰ کی طرف سے حضرت آدم و ابلیس پر امتحان ہوتا ہے جو عبادت تعمیل حکم ہی سے اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے، ہر طرف چلنے پھرنے کی اجازت دی مگر ایک درخت کے نزدیک ہونے سے منع کیا حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر و فیصلۂ خداوندی کے

مطابق وہ میوہ کھایا اللہ کو بہی منظور تھاکہ قانون واسباب کے ماتحت انہیں جنت سے نکالا جائے کہ ہر کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے اسباب ومسببات کا سلسلہ چلایا ہے تو بہرحال خدا کی طرف سے حکم ہوا جنت سے باہر ہو کر زمین میں اترنے کا — اور باز پرس کی گئی کہ کیوں اس درخت کو کھایا آدم علیہ السلام کے پاس جواب کے لئے معقول وجوہات تھے اگر مناظرہ کرتے تو کہہ سکتے تھے کہ یارب یہ تو تقدیر کا معاملہ تھا اور میری پیدائش سے قبل میرے مقدر میں بہی فیصلہ ہو چکا تھا اور چونکہ زمین میں میری خلافت مقدرات الٰہیہ میں سے تھی اس لئے میں نے اس درخت کا میوہ کھایا اور میرا یہ اقدام تیری ہی منشار وارادہ کی تعمیل تھی اور بھی کئی باتیں عرض کر سکتے تھے مگر نہیں حضرت آدمؑ اپنے رب کے حضور گڑگڑانے لگے اور قصور وعجز کا اقرار کیا اور رو رو کر اپنے رب سے التجا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝

ترجمہ (اے رب ہم نے اپنے نفس پر زیادتی کی ظلم کیا مجھ سے غلطی ہوئی اب اگر تو ہمیں نہ بخش دے اور تیری رحمت و کرم نہ ہو تو ہم ہلاک وبرباد ہو جائیں گے دتیری ہی رحمت کا سہارا مانگتے ہیں اور تیری ہی پناہ میں آتے ہیں)

یہ نہ فرمایا کہ قسمت ہی میں ایسا ہونا تھاکہ میری پیدائش سے پانچ ہزار سال قبل لوح محفوظ پر ایسا لکھا تھا تو وہ تو ہونا ہی تھا بلکہ بارگاہِ خداوندی میں عجز و خطا کا اظہار کیا رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اس بحر بے کراں نے حضرت آدمؑ کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دی۔

اطاعت خداوندی میں عقل بگھارنا ابلیس کا وطیرہ ہے

دوسری طرف عقلمند اور عالم کہلانے والا ابلیس ہے۔ اس کا امتحان یہ تھا کہ خدا نے اُسے حکم دیا کہ آدم کی سمت سجدہ کرو جس طرح ہم خدا کو سجدہ کرتے وقت اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھتے ہیں۔ اسی طرح خداوند تعالےٰ کا ارشاد ہوا۔

تمام ملائکہ اور ابلیس سجدہ کرتے وقت اپنا رُخ آدم کی طرف کریں سب ملائکہ نے فوراً تعمیل کی مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور سیدھا کھڑا رہا خدا نے پوچھا اے ابلیس تو نے کیوں میرے حکم سے سرتابی کی اور کھڑے رہے اب اگر ابلیس اعتراف عجز وقصور کرتا تو اچھا تھا مگر اُس نے عقل بگھارنا شروع کی جس طرح آج کل دین کے ہر حکم کو عقل کی اندھی عینک سے دیکھا جاتا ہے تو ابلیس نے کہا کہ آپ کا یہ حکم خلاف عقل ہے کہ مجھے تو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو مٹی سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ الآیۃ

اب جبکہ میں خلقت کے لحاظ سے آدمؑ سے افضل ہوں تو اُسے سجدہ کس طرح کروں۔ اب کیا ہوا۔ لاکھوں سال کی عبادت برباد ہوئی اور ابدالآباد تک ملعون و معتوب ہوا خدا کا مبغوض بن کر رہا

بھائیو خدا کی بارگاہ میں رونے اور عاجزی و تواضع، درماندگی اور عبدیت کی جتنی قدر ہے وہ اور کسی چیز کی نہیں ایک معمولی فوجی افسر کے احکام کی تعمیل بلا چون وچرا کی جاتی ہے فوج بلا کسی پس و پیش احکامات کو مانتی چلی جاتی ہے۔ اور اسے یہ مجال نہیں کہ ہم کس طرف کوچ کر رہے ہیں؟ فلاں حملہ اور لڑائی ہمیں کیوں کرنی ہے؟ ہمارا سفر سمندر سے ہوگا یا جہاز سے ایسی باتیں پوچھنے والے کو شوٹ کرنے کے قابل سمجھا جاتا ہے مگر ہم ہیں کہ دین کی ہر بات اور ہر حکم خداوندی میں نکتے اور حکمتیں ڈھونڈھتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں بھی خداوند تعالےٰ نے ہزاروں روحانی وجسمانی حکمتیں اور فوائد رکھے ہیں جن میں سے بعض کو خود حق تعالےٰ نے بیان بھی فرمایا ہے اور نبی کریم علیہ السلام اور ان کے بعد ہر زمانے کے اولیاء وعارفین نے اس کی تشریح بھی کی ہے۔ مگر سب سے بڑی حکمت اور نکتے کی بات وہی ہے جیسے حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں ایماناً و احتساباً کے دو لفظوں میں اشارہ فرمایا کہ ہمارا روزہ صرف اور صرف ایمانی تقاضے اور یقین و اعتقاد کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لئے ہونا چاہیئے اور خداوند تعالےٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کا اجر وثواب ملحوظ ہونا چاہیئے۔

تعمیل ارشاد ربانی اور رحمت خداوندی پر یقین کے دو نمونے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں دو شخص بہت شور مچائیں گے ان کی چیخ پکار بہت زیادہ ہو گی خداوند تعالےٰ ان کے نکالنے کا حکم دے کر ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اتنا شور ہنگامہ کیوں مچا رکھا ہے اور بھی تو جہنم میں لوگ موجود ہیں وہ کہیں گے کہ اے اللہ ایک تو اس وجہ سے تو ہمیں بخش دے اور پھر تکلیف بھی تو شدید ہے۔ اس لئے ہم چیختے چلاتے رہے — خداوند تعالےٰ کی طرف سے پھر حکم ہوگا کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ ان میں سے ایک تو فوراً جا کر جہنم میں چھلانگ لگا دے گا اور دوسرا جہنم کے کنارے ٹال مٹول اور لیت ولعل کرے گا اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا خداوند تعالےٰ دوبارہ دونوں کو بلا کر پہلے شخص سے پوچھے گا کہ تو نے پھر کیوں آگ میں چھلانگ لگا دی وہ کہے گا اے رب تیرا حکم تھا اس لئے میں سرتابی نہ کر سکا۔ اللہ جل جلالہٗ فرمادیں گے کہ ہاں بس اسی طرح تابعداری میری دنیا میں بھی کرنی چاہیئے تھی۔ اب دوسرا شخص لیت و لعل کرنے والا کہے گا کہ اللہ تو رحیم وغفور ہے اور مجھے تیری رحمت پر یقین تھا کہ ایک دفعہ جب نکال دیا ہے تو دوبارہ جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ خداوند تعالےٰ کا ارشاد ہوگا کہ تعمیل حکم بھی ایسے ہی ہونی چاہیئے اور رحمت پر یقین بھی ایسا ہی چاہیئے —

روزے کا مقصد اور برکات

تو ہمارے روزے کا مقصد محض ایمان و ثواب کی امید ہونی چاہیئے کہ خداوند تعالےٰ کا حکم ہے کہ ہمیں اُسے بجا لانا ہے جس نے اس ایمان ویقین اور امید مغفرت سے روزے رکھے غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ اس کے پچھلے سال کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد ہے کہ بدبخت ہے وہ شخص جس پر رمضان کا مہینہ گذرا اور اُس نے اپنی بخشش نہ کروائی۔ ہمارے صوبہ سرحد میں پہلے رمضان کا احترام رکھا جاتا تھا اب دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی رمضان کا احترام اور اس کی منزلت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے یہ مسلمانوں کے زوال کی علامت ہے اور پھر ایسے موسم اور سردیاں میں بھی روزے نہ رکھنا بہت بڑی بدبختی ہے۔ حضورؐ نے ایسے موسم میں روزوں کو غنیمت باردہ" سے تشبیہ دی ہے یعنی ٹھنڈی غنیمت جو بلا کسی تکلیف کے ہاتھ آسکے اس غنیمت باردہ سے فائدہ اٹھاؤ ——

باقی بر ص ۱۸



رمضان

فخرالدین صدیقی آنریری سیکرٹری جنرل مجلس تہذیب اسلامی بیرون کشمیری دروازہ لاہور

اسلامی عبادات میں روزہ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ روزہ سنہ ۲ ھ سنہ ۵۸۳ء میں اُمت مسلمہ پر فرض کیا گیا۔ قرآن عزیز ہمیں بتاتا ہے کہ سابقہ اُمتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ البتہ روزے کے احکام، تعداد اور روزے کے زمانے میں شریعتوں کے درمیان فرق رہا ہے آج بھی ہم روزہ کو مختلف اشکال میں مختلف مذاہب میں موجود پاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۳)

ترجمہ! اے ایمان والو! فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جس طرح فرض کئے گئے تم سے پہلی اُمتوں پر تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

یہاں فرضیت روزہ بیان کرنے کے ساتھ ہی اس کی غرض و غایت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جس کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے کہ اے لوگو تم پرہیزگار بنو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ پرہیزگار ہم کیونکر بن سکتے ہیں۔ روزہ رکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ مومن پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں سے کچھ وقت کے لئے اجتناب کرے۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ تربیت کا مہینہ ہے۔ جس کا مقصد عوام الناس کو روحانی اور جسمانی اصلاح کی طرف مائل کرنا ہے اور تقویٰ سے مراد بھی یہی ہے کہ انسان ان چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرے جو اللہ رب العزت کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ اور ان چیزوں کی طرف رجوع کرے جن میں رضائے الٰہی موجود ہو۔ احادیث میں آتا ہے کہ کسی نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کے نزدیک اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی وقعت نہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا

کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَکَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّہَرُ۔

ترجمہ! کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا اُن کے حصّہ میں کچھ نہیں آتا۔ اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رات کو جاگنے کے سوا ان کے پلّے میں کچھ نہیں پڑتا

چنانچہ روزہ محض بھوک پیاس کو روکنے کا نام نہیں بلکہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کا نام ہے۔ خداوند کریم کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ اس کے احکامات کی پیروی کی جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ روزے کی حالت میں نیک کاموں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے دوسروں کے لئے محبت و ہمدردی کا جذبہ ہونا چاہیئے کیونکہ انسان خود بھوکا رہ کر ہی کسی دوسرے کی بھوک کا احساس کر سکتا ہے۔ روزہ کی حالت میں دھوکہ دہی اور لڑائی سے بھی بچنے کے لئے حکم صادر کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "روزے ڈھال کی مانند ہیں، پس جب کوئی شخص روزے سے ہو تو۔ اسے چاہیئے کہ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے۔ تو اس کو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں"

روزے کے فوائد

روزہ اپنے اندر بے شمار جسمانی، اخلاقی روحانی اور اجتماعی فوائد رکھتا ہے۔ اسی طرح روزہ جسم کے تمام ظاہری و باطنی قویٰ کو جلا دیتا ہے۔ جسم کو ردی اخلاط سے پاک کرتا ہے اور فاسد مضر مادے دور کرتا ہے قلب، جگر، دماغ اور معدے کے عمل کو درست کرتا ہے۔

روزہ اخلاق کو بلند کرتا ہے۔ ناشائستہ اور ناپسندیدہ حرکات سے روکتا ہے اور ضبط نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اس بات کی طاقت پیدا کرے کہ وہ اپنی خواہشات پر قابو پالے۔ غور کیا جائے تو نفس کے اہم مطالبات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مطالبۂ غذا

۲۔ مطالبۂ آرام و راحت

۳۔ مطالبۂ صنفی خواہشات

چنانچہ ضبط نفس کے ان مطالبات پر قابو پا لینے سے ہی فطرت کا منشار پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ روزہ بھی انہی تین خواہشوں کو قابو میں رکھنے کی مشق کراتا ہے۔ یہ صرف ایک ہی دن کے لئے کافی نہیں بلکہ تیس ۳۰ دن کا کورس ہے۔ جس کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ انسان نفس کی ان تین خواہشات پر قابو پاکر اپنی دیگر خواہشوں کو بھی دبا سکے اور اس میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ محض ۳۰ دن کے چھوٹے سے کورس کے علاوہ بھی اسی کام کو کرتا رہے۔ جس کو خدا اور اس کا رسولؐ پسند فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں مہینہ بھر کے مسلسل روزے انسان کو جفاکش اور سخت جان بنا دیتے ہیں۔ روزہ میدان جہاد میں بھی صبر و ثبات کا سبق دیتا ہے اور کٹھن سے کٹھن مرحلہ کے لئے تیار کرتا ہے۔

اسلام جہاں انفرادی نجات کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہاں اجتماعی اصلاح کا بھی طالب ہے اس اسلامی عبادات میں جہاں انفرادی اصلاح کا سامان موجود ہے۔ وہاں اجتماعی ہدایت کا بھی بندوبست ہے۔ خداوند قدوس نے روزے رکھنے کے لئے ایک خاص مہینہ مقرر کر دیا اگر محض انفرادی تربیت ہی مقصود ہوتی تو صرف یہ حکم کافی ہوتا کہ ہر مسلمان سال بھر میں تیس ۳۰ دن کے روزے رکھ لے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کے تمام احکام حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا اس کے نزدیک افراد کی ایسی تربیت مقصود نہیں جس کا جماعت کی اصلاح سے کوئی تعلق نہ ہو۔ چنانچہ اس حکیمانہ تدبیر سے اللہ تعالےٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ ہر سال ایک مہینہ کے لئے پوری اسلامی آبادی کا تزکیہ ہوتا رہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَہَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ

ترجمہ! جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین باندھ دیئے جاتے ہیں

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا "جب رمضان کی پہلی تاریخ آتی ہے تو شیاطین سرکش جن باندھ دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کی طرف جانے کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور

ہیں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا ۔ اُس وقت پکارنے والا پکارتا ہے ۔ اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے خواہشمند پیچھے ہٹ جا۔"

روزہ سخت کوشی اور بھوک پیاس کی مشقت کو برداشت کرنے کی بہترین تربیت ہے ۔ روزہ روح کو بالیدگی اور تازگی بخشتا ہے ۔ تقویٰ اور پاکیزگی پیدا کرتا ہے ۔ اطاعت الٰہی اور سنت نبویؐ کا عادی بناتا ہے ۔ حدود اللہ کے اندر رہ کر محتاط اور اچھی زندگی بسر کرنے کا خوگر بناتا ہے۔

روزے کے دیگر فائدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رمضان کے مہینہ میں تمام لوگ خواہ عارضی طور پر ہی سہی ایک سطح پر آ جاتے ہیں ۔ اگر چہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب ہی ۔ مگر پھر بھی روزہ چند گھنٹوں کے لئے امیر پر بھی وہی کیفیت طاری کر دیتا ہے جو اس کے دوسرے فاقہ کش بھائی پر گذرتی ہے ۔ اور ساتھ ہی وہ اپنے بھوکے بھائی کی بھوک کا اندازہ اچھی طرح کر سکتا ہے اور اللہ کی رضا کا جذبہ اسے اپنے نادار بھائیوں کی مدد کے لئے ابھارتا ہے۔

قرآن مجید کا نزول

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۝

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۸۵)

ترجمہ! ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے ۔ اس میں ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کے واضح احکام موجود ہیں ۔ پھر تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے ۔ تو چاہیئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے"

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ روزہ انفرادی و اجتماعی تربیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اس کی ایک اور عظیم الشان اور فقید المثال اہمیت یہ بھی ہے ۔ کہ انسانی ہدایت کا سرچشمہ جسے قرآن عزیز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کا نزول بھی اس مہینہ میں ہوا ۔

لیلۃ القدر

ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ایک رات لیلۃ القدر کی بھی ہے ۔ قرآن مجید بھی اسی رات میں نازل کیا گیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے ۔

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ترجمہ! یقیناً ہم نے اسے یعنی قرآن مجید کو قدر والی رات میں نازل کیا ۔ اور تمہیں کیا معلوم یہ رات قدر کی کیسی ہے قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے ۔ اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں ۔ یہ امن و سلامتی کی رات ہے ۔ جو طلوع فجر تک رہتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس رات جو دعا کی جائے اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے قبول فرماتا ہے ۔ جس خوش قسمت کو یہ رات میسر آ جائے وہ یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۝

اے اللہ! تو یکسر عفو و مغفرت ہے ۔ عفو و درگزر کو پسند فرماتا ہے ۔

رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں خصوصاً توبہ و استغفار اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنی چاہیئے۔

احکام روزہ

روزہ ہر بالغ عاقل پر فرض ہے ۔ شرعی عذر کے بغیر ترک کرنے والا گناہ عظیم کا مرتکب ہوگا

اگر روزہ جان بوجھ کر توڑا جائے ۔ تو کفارہ لازم ہوتا ہے ۔ یعنی وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے

عمداً کھا پی لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر بھول کر کھا پی لیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا

سرمہ لگانے ، بدن پر تیل ملنے ، سر میں تیل ڈالنے ، مسواک کرنے اور خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

بیمار اور مسافر روزہ چھوڑ سکتے ہیں لیکن بعد میں گنتی پوری کرنی ہوگی ۔

بقیہ دین پر استقامت

(صفحہ ۱۱ سے آگے)

ترجمہ اور مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے ۔ فرعون کی بیوی (آسیہؓ) کی جبکہ اُس نے دعا کی اے میرے پروردگار! تو میرے واسطے جنت میں اپنے قرب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اُس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخش دے" سبحان اللہ کیا مرتبہ اور کیا شان ہے کہ ساری امت کے لئے قیامت تک کے سب مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلص بندی کی استقامت کو مثال اور نمونہ قرار دیا ۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور ان کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور اب ان ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ گئے ہیں ۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں" تو حضورؐ نے جواب دیا "تم ابھی گھبرا گئے ہو حالانکہ تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں اُن کے سروں میں پیوست کر کے نکالی جاتی تھیں اور کسی کے سر پر آرہ چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے ۔ لیکن ایسے سخت وحشیانہ مظالم بھی انہیں اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے"، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرواؤں نے بھی ثابت قدمی کا وہ ثبوت پیش کیا کہ تاریخ اسلام میں سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے ، حضرت خبیبؓ ، حضرت زیدؓ ، حضرت بلالؓ اور حضرت ابوجندلؓ اور دیگر صحابہ کرام تقریباً سبھی طرح طرح کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے ہیں ۔ حضرت زیدؓ کا واقعہ مختصراً بیان کیا جاتا ہے ۔

صفوان بن امیہ نے آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے خریدا تھا ۔ آپ کی شہادت کے وقت قریش کے معزز سردار اور ابوسفیانؓ جو کہ اُس وقت ایمان نہ لائے تھے ۔ تماشا دیکھنے کی غرض سے جمع ہو گئے ۔ ابوسفیانؓ نے بوقت قتل آپ سے دریافت کیا کہ تمہارے بدلے (معاذ اللہ) حضرت محمدؐ قتل کر دیئے جائیں ۔ تو بہتر سمجھو گے نا؟ کیا خیال ہے تمہارا؟ یہ سنکر حضرت زیدؓ نہایت برہم ہو کر بولے کہ کیا کہا تو نے؟ خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرے مربی و محسن کو ایک کانٹا بھی چبھے یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں ۔ یہ تو زید کی ایک جان ہے ۔ اگر حضورؐ کے ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک جان ہوتی تو بھی زیدؓ ہرگز اُسے ناموس مصطفےٰ پر قربان

دین پر استقامت

مرتبہ: محمد صادق سابقہ ہیڈ ماسٹر جھنگڑ ہزارہ

ایمان لانے کے بعد بندہ پر اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے ۔کہ بندہ پوری مضبوطی اور ہمت کے ساتھ دین پر قائم رہے ۔اور خواہ زمانہ اُس کے لئے کتنا ہی ناساز گار و ناموافق ہو جائے وہ کسی حال میں دین کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو اور اُس کے پائے ثبات میں ۔قطعاً لغزش نہ آئے اسی کا نام استقامت ہے ۔ قرآن عزیز میں ایسے لوگوں کے بڑے بڑے انعامات و درجات کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

ترجمہ! جن لوگوں نے اقرار کر لیا (اور دل سے قبول کیا) کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کے بندے ہیں) پھر وہ اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہے (یعنی اس اقرار کا حق ادا کرتے رہے اور کبھی اُس سے نہ ہٹے) اُن پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لے کر اُتریں گے کہ کچھ اندیشہ نہ کرو ۔اور کسی بات کا رنج و غم نہ کرو ۔ اور اس جنت کے ملنے سے خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے رفیق ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اُس جنت سے وہ سب کچھ ہو گا ۔ جو تمہارا جی چاہے گا اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے ۔ یہ باعزت مہمانی ہوگی تمہارے رب غفور الرحیم کی طرف سے ،،

(حٰم سجدہ ع۴) (مولانا منظور صاحب نعمانی)

سبحان اللہ ۔ دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والوں اور بندگی کا حق ادا کرنے والوں کے لئے اس آیت کریمہ میں کتنی بڑی بشارت ہے ۔حقیقت تو یہ ہے کہ جان و مال سب کچھ قربان کر کے بھی کسی کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے ایک حدیث میں آتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ حضرتؐ مجھے کوئی ایسی کافی وافی نصیحت فرمایئے کہ آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے ۔آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ ۔ "کہو بس میرا رب اللہ ہے اور پھر اُس پر مضبوطی سے جمے رہو، یعنی اس کے مطابق بندگی کی زندگی گزارتے رہو"

قرآن عزیز میں اللہ تعالےٰ نے ہماری ہدایت کے لئے کئی ایسے بندوں کے حالات بیان فرمائے ہیں ۔جو ہمارے لئے بڑے سبق آموز ہیں ۔جن سے استقامت علی الدین کی راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور جنہوں نے انتہائی ناموافق حالات میں بھی دین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اپنے مشن پر ڈٹے رہے ۔اور بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت تکالیف بھی انہیں دین سے نہ ہٹا سکیں۔ اُن میں سے ایک واقعہ تو ان جادوگروں کا ہے ۔جنہیں فرعون نے بڑے بڑے انعام و اکرام کے وعدے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کھڑا کیا تھا ۔لیکن عین مقابلہ کے وقت جب اُن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی سچائی آشکارا ہوئی تو اُنہوں نے قطعاً اس کی پرواہ نہ کی کہ فرعون نے جس انعام و اکرام کا اور جن بڑے بڑے وعدوں کا ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے ۔ اُن سے محروم ہو جائیں گے اور نہ ہی انہوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا ۔

بہر کیف انہوں نے بھرے مجمع میں کہہ دیا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ۝ یعنی ہارونؑ اور موسیٰؑ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں ۔ہم اُس پر ایمان لے آئے،، پھر جب دشمن خدا نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا تو وہ اس سزا سے بھی نہ گھبرائے اور انہوں نے پوری ایمانی جرأت سے جواب دیا،،

فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا ۝ (الآیۃ سورۃ طٰہٰ رکوع ۳)

ترجمہ! تجھے جو فیصلہ کرنا ہو کر ڈال تو اپنا حکم بس اس چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں چلا سکتا ہے اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اس لئے لائے ہیں کہ وہ (آخرت کی ابدی زندگی) میں ہمارے گناہ بخش دے ——"

یہ تھا اُن جادوگروں کا جواب جو فرعون کی طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے تھے ۔ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نہ صرف ایمان ہی نصیب فرمایا بلکہ دین پر استقامت بھی عنایت فرما دی کہ فرعون کے کسی حکم کی بھی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اُسے یوں کہتے ہیں ۔کہ تیرے جی میں جو بھی آتا ہے کر ڈال ہمیں تو اس کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں ۔ہم تو اپنے رب پر ایمان لائے ہیں

اور اس سے زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ کا ہے ۔ فرعون مصر کی بادشاہت کا اکیلا مالک و مختار تھا اور اس کی یہ بیوی ملکہ مصر ہونے کے علاوہ فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر آرام و راحت اور عیش و تنعم سے زندگی بسر کر رہی تھی ۔لیکن جب دین اسلام کی صداقت اُس اللہ کی بندی پر ظاہر ہوئی تو اُس نے ذرہ بھی پرواہ نہ کی کہ فرعون اُس پر کیسے کیسے ظلم کرے گا اور دنیا کے اس شاہانہ عیش کی بجائے اُسے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی ۔الغرض ان سب باتوں سے بے پرواہ ہو کر اُس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اس کے بعد حق کے راستہ میں وہ تکالیف برداشت کیں جن کے خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔اور کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ تھی اُس کی دین حق پر ثابت قدمی جس کی وجہ سے وہ درجات و مراتب ملے قرآن کریم نے بڑی عزت کے ساتھ اُن کا ذکر کیا اور تمام اہل اسلام کے لئے اس صبر اور قربانی کو نمونہ تبلایا ۔ارشاد ہے

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ۝ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

(سورۃ تحریم ع۲)

(باقی پر صفحہ ۱۵)

دربار رسولؐ کے فیصلے

حافظ محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل ...... لاہور

۱۔ عمیرؓ اور صفوان مکہ شریف کے باہر ایک جھاڑی کے پاس بیٹھے ہیں دونوں ایک سازش میں شریک ہیں۔ عمیر صفوان کو کہتا ہے اگر تم میرے بال بچوں کی حفاظت کا ذمہ اٹھاؤ تو میں "محمدؐ" کو قتل کرتا ہوں۔ صفوان ذمہ اٹھا لیتا ہے۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عمیرؓ گھر آتا ہے۔ تلوار کو چمکاتا اور خوب زہر آلود کرتا ہے پھر ایک دن تلوار چادر میں چھپا کر مدینے کی راہ لیتا ہے۔ جب مدینہ پہنچتا ہے۔ حضورؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ عمیر سیدھا رسول کریمؐ کے پاس جاتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں عمیر! کیسے آنا ہوا، تو عمیر کہتا ہے کہ رشتہ داروں سے ملنے آیا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ عمیر جھوٹ کیوں بولتا ہے تیری بغل میں کیا ہے کیا صفوان اور تم نے مکہ سے باہر ایک جھاڑی کے پاس میرے قتل کا منصوبہ نہیں بنایا۔ میرے اللہ نے مجھے تمہارے فاسد ارادوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ عمیر گھبراتا ہے اور شرمندہ ہو کر اپنے جرم اور ارادۂ قتل کا اقبال کر لیتا ہے۔ لیکن حضورؐ اسے معاف فرما دیتے ہیں اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے۔

(۲) حضورؐ نے ایک یہودی کا قرض دینا ہے۔ وہ مقررہ یوم سے پہلے ہی قرض لینے آجاتا ہے۔ اور قرض کا تقاضہ کرتا ہے۔ سخت درشت ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے گلے مبارک میں چادر ڈال کر خوب مروڑتا ہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ مگر جوں جوں وہ سختی کرتا ہے آپؐ نرمی سے جواب دیتے ہیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ ادھر آ نکلتے ہیں اور یہودی کی گردن اڑانا چاہتے ہیں۔ مگر حضورؐ فرماتے ہیں اس کا حق ہے اگر مجھ سے زیادہ محبت ہے تو میری طرف سے اس کا قرض ادا کر دو۔ اس پر یہودی خوش ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آزمانے آیا تھا۔ جیسا پڑھا تھا ویسا ہی آپؐ کو پایا۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔

۳۔ فتح مکہ کا دن ہے۔ آپؐ بحیثیت فاتح شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ ابو سفیانؓ، عکرمہؓ، ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ ایسے جانی دشمن جن کے ترکش میں کوئی تیر باقی نہ تھا جو انہوں نے مسلمانوں پر استعمال نہ کیا ہو۔ حتیٰ کہ رسول کریمؐ کو مکہ سے نکالا اور مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں سے سخت شرائط منظور کرائیں۔ پھر اس صلح کو خود ہی توڑا اور عین فتح کے دن بھی نبرد آزما ہونے سے نہ ٹلے لیکن حضورؐ جب ان پر قابو پا لیتے ہیں۔ تو صرف ابو سفیان کی جان بخشی ہی نہیں۔ بلکہ عکرمہ عتبہ و عتیبہ ام حکیم اور ہندہ کو بھی معاف کر دیتے جب اہل مکہ رحم کی درخواست کرتے ہیں تو آپؐ بوڑھے بچے عورتیں سب کے لئے معافی عام کا اعلان کر دیتے ہیں یہ آپ کی سوشل زندگی کا نچوڑ ہے ـــ کہ

آپ سراپا رحمت ہیں

۴۔ حضورؐ مکہ سے مدینہ شریف کو ہجرت کر کے جاتے ہیں۔ تمام مہاجرین بے سروسامانی کی حالت میں ہیں اور انصار صاحب جائیداد ہیں آپؐ انصار اور مہاجرین کو جمع کرتے ہیں اور اسلامی رشتہ کی ایک لڑی میں پرو کر بھائی بھائی بنا دیتے ہیں۔ اس طرح ہر انصار کے ساتھ ایک مہاجر کا بھائی چارہ ہو جاتا ہے۔ اخوت و برادری کا کرشمہ دیکھئے کہ ہر انصار اپنے مہاجر بھائی کو اپنی جائیداد کا نصف دے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک انصاری اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے حوالے کرنا چاہتا ہے ـــ کیا دنیا کی کسی تاریخ میں اخوت و محبت کا ایسا نمونہ ملتا ہے۔

۵۔ عبداللہ بن اُبی مدینہ کا ایک سردار ہے وہ سارے علاقے کی سرداری کے خواب دیکھ رہا ہے۔ جب حضورؐ مکہ سے ہجرت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو اس کے سرداری کے خواب خاک میں مل جاتے اس پر وہ رسول کریمؐ اور مسلمانوں سے حسد کرنے لگتا ہے۔ مسلمانوں کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کے لئے ظاہراً اسلام قبول کر لیتا ہے۔ لیکن دل میں منافقت رکھتا ہے۔

چنانچہ جنگ اُحد میں اپنے تین صد آدمی واپس لوٹا لاتا ہے تاکہ مسلمان دل برداشتہ ہو جائیں۔ مہم تبوک میں بالکل شریک نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو بھی روکتا ہے۔ گرمی اور قحط میں کیا لڑو گے۔ مزید بعض مسلمانوں کو اسلحہ نہ ہونے کے باعث بدگمان کرتا ہے

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں بھی پیش پیش ہے ہر وقت اور ہر جگہ درپردہ سازش کرتا رہتا ہے۔ حالتِ جنگ میں پیچھے رہنا اور مال غنیمت حاصل کرنے میں سبقت کرنا اس کا شعار رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضورؐ کو ایک پہاڑی سے گرانے کی سازش بھی کرتا ہے۔ غنیمت کے مال کی تقسیم پر الزام تراشنا اس کا معمول رہا ہے ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار دینار صدقہ میں دیتے ہیں تو ان کو ریاکار اور دوسرے ایک صحابی عبدالرحمان بن تیجان نے صرف ایک صاع صدقہ دیا، تو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے، کہ یہ کیا خیرات ہے۔ لیکن ایسا ظالم، دشمن دین اور منافق شخص جب مرجاتا ہے۔ تو رسول خدا اپنا کرتہ مبارک اس کے کفن کے لئے دیتے ہیں اور بخشش کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ بلکہ نماز جنازہ بھی پڑھاتے ہیں۔ لیکن ایسی دُعا پر تنبیہ آتی ہے۔ کہ اے میرے حبیبؐ! اگر آپ اس کے لئے ستر مرتبہ بھی دعا کریں اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ساری زندگی منافقت پر ڈٹا رہا ہے۔ لیکن رحمت عالمؐ فرماتے ہیں۔ اگر ستر مرتبہ سے زائد پر بھی اللہ نے اُسے بخشنا ہوتا۔ تو میں اُس کے لئے دعائے مغفرت کرتا۔ مگر خدا اس کو نہیں بخشے گا۔ اس لئے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں۔ کیا دنیا کی کوئی تاریخ ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ کہ کسی ریفارمر میں اتنا جذبہ رحم ہو۔ واقعی حضور رؤف و رحیم ہیں۔ آپ تو معاف کرتے ہیں۔ مگر محب اپنے محبوب کے بدخواہ کو معاف نہیں کر رہا۔

۵۔ حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص آکر سوال کرتا ہے۔ کہ اس کی امداد کی جائے حضور اس سے دریافت فرماتے ہیں کہ کوئی چیز تیرے پاس ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ ہاں! حضورؐ اس چیز کو لے کر فروخت کر دیتے ہیں قیمت کے نصف کا آٹا اور نصف کا کلہاڑا

(باقی صـ۱۴)

شمع رسالت کے پروانے

صدیق احمد ماجد — ملتانی شاہ

بنی نوع انسان کی ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک ہزاروں قومیں گزری ہیں۔ اور مختلف زمانوں میں جب اس دھرتی پر بسنے والے انسانوں نے شیطان کے بہکانے پر رحمٰن تعالیٰ کی بندگی سے منہ موڑا، اور غیروں کے در پر جھکنا شروع کر دیا اور اس صفحۂ ہستی پر جب ہر طرف کفر و باطل کی گھٹائیں چھاگئیں، اور دُنیا میں کوئی بھی خدا کا نام لینے والا نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے بندوں کی اصلاح کے لئے انبیاءؑ و مُرسلینؑ بھیجے۔ جنہوں نے خدا کے نور سے تاریکیوں میں اُجالا کر دیا، سیاہ دلوں کو ایمان کی روشنی سے معمور و مسرور کر دیا۔ لیکن بہت سے انبیاءؑ کو ناکامی بھی ہوئی۔ ان کی قوموں نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں؛ ان کی پھبتیاں اڑائیں، انکو جھوٹا اور کاذب کہا، اللہ تعالیٰ کو اپنے فرستادہ بندوں اور آیات کی تکذیب پسند نہ آئی تو ان پر قہر نازل کر دیا۔ اور پلک جھپکنے کی دیر میں ان کی آباد و دلشاد بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد اور قومیں آباد کر دیں اور انبیاءؑ کے آنے کا سلسلہ بھی جاری رہا — خدا کے دین کی تبلیغ ہوتی رہی۔ جن لوگوں نے خدا کے دین کو قبول کیا۔ اُنہیں آخرت کی آسائشیں مل گئیں۔ اور جنہوں نے حق تعالیٰ کے فرستادہ بندوں کی تکذیب کی، تو ان کا حال بھی پہلی اُمتوں اور قوموں کی طرح ہوا — مُوسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فرعون جو کہ اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا۔ اس سے ان بن ہوئی۔ خدا کے آگے اس نے سرِ تسلیم خم نہ کیا تو اس کو اپنی فوج سمیت دریائے نیل میں غرق ہونا پڑا۔ اور ابنائے زمانہ کے لئے عبرت کا باعث بنا۔ خیر یہ تو رہی فرعون سے مقابلہ کی بات۔

اب ہم موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے کہاں تک حُبّ خدا، حُبّ دین اور حُبّ رسُولؐ میں حِصّہ لیا۔ اس کی حب خدا، حب دین اور حب رسولؐ فقط اتنی تھی کہ موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں "گوؤ سالہ" کی پُوجا کرنا شروع کر دی مصیبّت و تکلیف کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اور حُبّ رسول پر اپنی جانوں کو ترجیح دی۔ لیکن قربان جائیں اس دو جہاں کے سردار، سیّد المرسلینؐ اور اس کی اُمت پر، کہ جس نے اپنے تن، من، دھن کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ جس نے اپنی جان سے زیادہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو پیارا اور محبُوب سمجھا جنہوں نے خدا کے دین کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا۔ نبیؐ کی نگاہ کے اشارے پر جان کی بازی ہار دی، خون کی ندیاں بہا دیں مگر اُف تک نہ کی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ نبیؐ اگر انبیاءؑ کا سردار ہے تو اُمت بھی اُمم کی سردار ہی ملی۔ جس نے خدا اور خدا کے حبیبؐ کی خوشنودی کے لئے سب کچھ وقف کر دیا۔ اس ضمن میں ہم مسلمانوں، خدا کے آخری پیغمبرؐ کے نام لیواؤں کی جان نثاری اور حُبّ رسول کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ ایمان اور حُبّ رسُولؐ۔

غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہے؟"

یہ سننا تھا کہ سب صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مال و اسباب آنحضرتؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ ان دنوں حضرت عمرؓ نے تجارت میں خوب نفع کمایا تھا۔ انہوں نے خیال کیا "کہ اب کے خدا کی راہ میں مال قربان کرنے میں ابوبکرؓ سے سبقت لے جانا ہے"۔ چنانچہ وہ اپنا آدھا مال لے آئے۔ اور آنحضرت کے قدموں میں ڈال دیا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا "کچھ گھر والوں کے لئے بھی چھوڑا ہے"؟

جی ہاں!

یا رسول اللہؐ — نصف گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ بھی اپنا تمام اثاثہ لے کر بارگاہ رسالت میں آ پہنچے۔ آنحضرت نے ابوبکرؓ سے بھی وہی سوال دہرایا۔ آپؓ نے تبسم کے ساتھ کہا۔

"خدا اور خدا کا رسولؐ: ؎

پروانے کو شمع ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

جب حضرت ابوبکرؓ مشرف اسلام ہوئے۔ تو مصائب و آلام نے چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس ہجوم مشکلات اور مصائب و آلام کے زمانے میں آپؓ نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ "یا رسول اللہ تبلیغ حق اعلانیہ کی جائے"۔ اس کے ایک دن بعد خود ہی خانہ کعبہ میں گئے۔ جہاں قریش کے بہت سے سردار جمع تھے۔ ان کو دیکھ کر آپؓ فرمانے لگے۔

"اے قریش"! تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتے ہو کہ وہ ایک خدا کا نام لیتا ہے اور وہ ان بتوں سے نفرت کرتا ہے۔ جو اپنا نفع و نقصان بھی بالکل نہیں جانتے"

قریش کا یہ سننا تھا کہ انہوں نے آپؓ پر گھونسوں اور مکّوں کی بارش شروع کر دی۔ اور اتنا پیٹا کہ آپؓ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپؓ کے خاندان والے اٹھا کر گھر لے آئے تو نہ ہی درد کا اظہار کیا اور نہ ہی کسی معالج کو بلایا۔ زبان پر آیا تو صرف کیا آیا "رسول اللہؐ کہاں ہیں؟" اس وقت جتنے لوگ موجود تھے۔ ان میں کسی کو بھی پتہ نہ تھا کہ حضورؐ کہاں ہیں"۔ آخر حضرت عمرؓ کی صاحبزادی سے پتہ چلا کہ "فلاں شخص کے مکان، پر رونق افروز ہیں۔ فوراً اپنی والدہ کے سہارے چلتے ہوئے آستانۂ نبوتؐ پر حاضر ہوئے۔ رُخِ انور پر نگاہِ شوق پڑتے ہی دل باغ باغ ہوگیا۔ اور سارا درد نظارۂ جمال کی نذر ہوگیا

ابنِ نضرؓ کی جانثاری۔

جب جنگ اُحد میں گھمسان کا رن پڑا تو بڑے بڑے جرّی اور بہادروں کے پاؤں بھی جم نہ سکے۔ ادھر آنحضرت کی شہادت کی خبر نے اور بھی مسلمانوں کو حواس باختہ کر دیا تھا — حضرت انسؓ کے چچا ابن نضرؓ لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بعض ہتھیار پھینکے ہوئے بہت غمگین اور اداس ہیں۔ پوچھا — "کیا کرتے ہو۔!

انہوں نے جواب دیا۔ "اب لڑنے سے کیا فائدہ جب آنحضرت صلعم ہی شہید ہوگئے"

ابن نضر نے یہ سن کر کہا۔ "کہ ہم آنحضرت کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں" یہ کہہ کر عقاب کی طرح دشمنان رسول پر جھپٹے اور ان کی صفوں کو تتر بتر کر دیا۔ آخر کار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اور جب ان کی لاش دیکھی گئی تو جسم پر اسیّ نشان تلواروں تیروں اور نیزوں کے تھے۔ لاش پہچانی نہ جاتی تھی۔ ان کی بہن نے بڑی مشکل سے انگلی دیکھ کر پہچانا۔

حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت ابو طلحہؓ کی جانثاری

اسی جنگ میں جب حضورؐ دشمن کے نرغے میں گھر گئے۔ تو دو صحابی حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اگر کوئی دشمنِ رسولؐ قریب آنے کی کوشش کرتا۔ تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا جاتا۔ عبد اللہ بن اُمیّہ جو کہ کفار مکہ کا نامی گرامی پہلوان، بہادر اور جنگجو تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کے قریب آ کر رُخِ انور پر تلوار ماری۔ خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ

گئیں۔ ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی نیزے چمک رہے تھے۔ انسانوں کے سر خون میں تیر رہے تھے۔ کہ حضرت ابو دجانہؓ سپر بن گئے۔ اب جو تیر آتا تھا۔ ان کی پیٹھ پر پڑتا تھا۔ حضرت ابو طلحہؓ تلواروں کے وار ڈھال پر روک رہے تھے۔ ڈھال گر گئی تو تمام وار ہاتھ پر لیئے اور اس طرح ان کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا مگر اللہ کی راہ میں مقبول ہو گیا۔ اسی اثنا میں جب آنحضرتؐ گردن اُٹھا کر میدان کارزار کو دیکھتے تو حضرت طلحہؓ کہتے۔

یا حضرت آپ گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ تیر روئے مبارک پر آلگے۔ غلام کا سینہ کس لئے ہے؟

زیادؓ بن سکن انصاری کی جانثاری۔

جنگ اُحد ہی کا ایک اور واقعہ ہے کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ تلواروں کی جھنکار سے زمین و آسمان سہمے جا رہے تھے۔ سر تن سے جُدا ہو کر خاک و خون میں تڑپ رہے تھے۔ تلواروں کی کاٹ سے کسی کا سر تن سے جُدا ہو کر گرتا تھا۔ تو کسی کا بازو جدھر نظر اٹھتی تھی۔ خون کے چھینٹے اُڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ کی آواز گونجی "کون ہے جو مجھ پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے؟" حضرت زیادؓ بن سکن پانچ انصاریوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے لاش کو قریب لانے کے لئے فرمایا۔ لوگ اُٹھا لائے۔ ابھی سانس جاری تھا۔ حضرت زیادؓ نے اپنے آپ کو حضورؐ کے قدموں میں گرا دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔ یہ تھی شانِ حب رسولؐ امت محمدیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے جوانوں کی کیا ایسی مثالیں اقوام عالم میں کوئی دوسری قوم یا ملت پیش کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

ایک انصاریہ کی رسول اللہ سے بے پناہ محبت ۔۔۔!

جنگ احد میں ایک انصاریہ کے باپ۔ بھائی اور شوہر سب شہید ہو گئے۔ سب سے پہلے باپ کی شہادت کی خبر ملی۔ پھر بھائی اور اس کے بعد شوہر کی۔ لیکن وہ ہر بار ایک ہی سوال کرتی۔

رسول اللہؐ کیسے ہیں؟

لوگوں نے کہا۔ "بخیریت ہیں"

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے تو چہرہ انور پر نظر پڑتے ہی پکار اٹھی۔

کل مصیبۃ بعدک جلل۔ (تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں) کیا اس سے بڑھ کر بھی محبت کی مثال ہو سکتی ہے۔

حضرت بلالؓ کا خدا سے عشق۔

حضرت بلالؓ حبشی امیہ بن خلف ایک دشمن خدا کے غلام تھے۔ جب آپؓ مشرف اسلام ہوئے تو وہ آپؓ پر طرح طرح کے ظلم کرتا۔ کبھی بوریہ میں لپیٹ ان کی ناک کو دھواں دیتا۔ کبھی دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹاتا اور خود چھاتی پر پتھر رکھ کے بیٹھ جاتا۔ کبھی کھلنڈرے لڑکوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ آپؓ کے گلے میں رسی ڈال کر پہاڑوں پر لے جاتے وہاں کبھی ان کو تپتی ریت پر پہروں لٹاتے تو کبھی لکڑی سے پیٹتے۔ غرض آپؓ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائی جاتیں۔ لیکن اسلام سے آپ نے منہ نہ موڑا ہمیشہ آپؓ کے منہ سے "احد" یعنی (خدا) ایک ہے" نکلتا۔

آخر کار حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت خبیبؓ کا جذبہ ایمان۔

حضرت خبیبؓ آنحضرتؐ کے ایک صحابی تھے جنگ احد میں انہوں نے ایک دشمن رسولؐ حارث کو قتل کیا تھا۔ ایک دفعہ آپؓ گرفتار ہو گئے، حارث کے بیٹوں نے باپ کا انتقام لینے کے لئے انہیں خرید لیا۔ اور ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جہاں آپؓ کو کئی دن بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ قتل والے دن گھر کا ایک بچہ چھری سے کھیلتا ہوا ادھر آ نکلا۔ بچہ آپ کو پیارا لگا۔ آپ نے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ اچانک ادھر اس بچے کی ماں بھی آ نکلی۔ اس نے جو حضرت خبیبؓ کو بچہ اٹھائے دیکھا۔ اور پاس چھری پڑی ہوئی دیکھی تو اس نے سوچا،

یہ وہی قیدی ہے جس کو ابھی قتل کر دیا جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ یہ میرے لخت جگر کو انتقام کی خاطر قتل کر دے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ چیخ مار کر بچہ کی طرف دوڑی حضرت خبیبؓ نے چیخ سن کر کہا۔

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں اس معصوم بچہ کو قتل کر دوں گا۔ ہرگز ایسا نہیں مسلمان اتنا سنگدل نہیں ہوتا"

پھر حضرت خبیبؓ کے قتل کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آپؓ کو ایک بڑے میدان میں لایا گیا۔ جہاں کفار کا ایک بڑا ہجوم نظارے کے لئے موجود تھا۔ کفار نے آپؓ سے کہا

"اگر اسلام کو ترک کر دو تو چھوڑ دیئے جاؤ گے"

آپؓ نے جواب دیا۔

"کہ اسلام کے بغیر زندہ رہنے میں مزا ہی کیا ہے؟"

پھر کفار نے پوچھا۔ "تمہاری کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ" کہا

کہا ۔۔۔! دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔"

اجازت مل گئی۔ جلدی سے دو رکعت نماز پڑھی اور قتل کے لئے تیار ہوتے ہوئے کہا "میں نماز میں دیر لگاتا۔ لیکن میں نے اس لئے جلدی کی ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ موت سے ڈرتا ہوں"

آخر آپؓ کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اور جسم کے ہر حصے پر نیزوں اور برچھیوں سے چرکے لگائے گئے اس طرح آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

کیا ایسی مثالیں اقوام عالم کی تاریخ میں اُمتِ محمدیہ کے سوا کہیں اور بھی مل سکتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں ۔۔۔ یہ سعادت صرف اُمتِ محمدیہ کے پروانوں کو حاصل ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بقیہ دربار رسولؐ کے فیصلے

اسے لانے کو کہتے ہیں۔ جب کلہاڑی لے آتا ہے تو آپ خود اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں دستہ ڈالتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرو۔ خدا برکت کرے گا۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ مانگنا درست نہیں قیامت کے دن سائل کے منہ پر گوشت نہیں ہو گا کچھ عرصہ بعد پھر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ قربان جاؤں یا رسول اللہؐ! میں اب زکوٰۃ دینے کے قابل ہو گیا ہوں

۷۔ حضور ایک راستہ پر گزر رہے ہیں کہ ضمیرہ نامی ایک عورت رو رہی ہے وجہ دریافت کرنے پر وہ عرض کرتی ہے کہ میرا بیٹا خاوند نے چھین لیا ہے آپؐ لڑکے کے والد کو بلاتے ہیں اور بچہ ماں کو دلا دیتے ہیں۔ بچے کے والد کو اپنی طرف سے ایک اونٹ دے دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ماں بیٹے میں جدائی نہ ڈالو اور ماں کی شفقت کا لحاظ رکھا کرو

۸۔ اسی طرح ایک عورت اور مرد رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں شوہر اور بیوی دونوں اس بات پر مُصر ہیں کہ لڑکا مجھے دیا جائے۔ حضورؐ لڑکے کو بلا کر فرماتے ہیں یہ تیری ماں ہے اور یہ تیرا باپ جس کے ساتھ جانا چاہے چلا جا وہ اپنی والدہ کی انگلی پکڑ کر چلا جاتا ہے حضورؐ بھی ماں کے رشتے کا بہت لحاظ فرماتے۔ اسی لئے بنت حمزہؓ کو اُن کی خالہ کے سپرد کیا۔ کیونکہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے

(نوٹ: مضمون نگار حضرات آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور حوالہ ضرور دیا کریں)

برکاتِ اعتکاف

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن۔ لاہور)

مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھیرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا بغیر کام پر موقوف کرنے کے یوں کہہ لے کہ میں نے اتنے اور دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا۔ یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان ایّام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت نہ ایّام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کرلے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم جائز نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے۔ کہ جب تک نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے۔ اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے !!!

اگر حقیقتاً یہی حالت ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ کریم کی ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہا دولت عطا فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

؎ خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے کہ جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامّل ہو سکتا ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرما دیں تو اس کے بھرپور خزانوں کو بیان کون کر سکتا ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اُسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات و تفکّرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے۔ حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ اس کے بدلے اللہ کے ساتھ انس پیدا ہو جائے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام آوے کہ اس دن اللہ پاک کی ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا۔ اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر لذّت سے وقت گذریگا ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصوّرِ جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کرلینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بارِ منتِ درباں کئے ہوئے!

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ) چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پر پڑ جانا ہے۔ اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں۔ بہت سے فضائل، برکات اور خواص اس اہم عبادت میں ہیں۔ بوجہ طوالت مختصر پر اکتفا کیا گیا۔

مسئلہ

مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکّہ معظمہ پھر مسجد مدینہ منوّرہ پھر مسجد بیت المقدس ان کے بعد مسجد جامع اور پھر اپنی مسجد۔

امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعیّن نہ ہو تو کسی کونے کو اس کے لئے مخصوص کرے۔ عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

حدیث

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر نکل کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبقدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر اسی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتے) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرے میں ہے۔ لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ آخر عشرے کا بھی اعتکاف کریں مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی۔ پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہٰذا اب اس کو آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی۔ وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اس کی صبح کو دیکھ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے۔ اس مہینے میں تمام مہینے کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا۔ اس سال ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرے ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ وہی ہے۔

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شبقدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت ہی زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرے میں تو کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی۔ رات کو خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے۔ جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخر عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

دیدہ زیب رنگین عکسی طباعت سے مزین

قرآن عزیز

پاک وہند کے جید علماء کرام کا مصدقہ

مترجم و محشی

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

کم وبیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ

— تیار ہو گیا ہے —

ہدیہ مجلد قسم اول آفسٹ پیپر ۲۰/- روپے ♦ مجلد قسم دوم کرنافلی سفید کاغذ ۱۲/- روپے

مجلد قسم سوم کمیکل گلیز ۱۰/- روپے محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنی ضروری ہے وی پی نہ بھیجا جائیگا

تاجرانہ رعایت کیلئے واپسی کارڈ لکھیں

شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

شیخ التفسیر نمبر ★

الحمد للہ شیخ التفسیر نمبر آئندہ جمعۃ المبارک کو شائع ہو رہا ہے

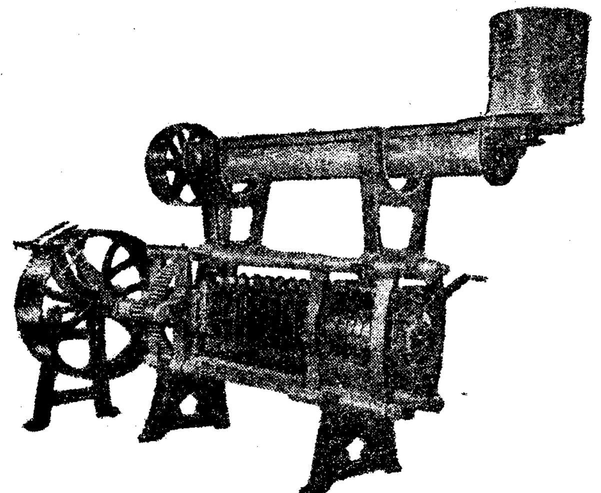
ضخامت ——— ۵۲ صفحات

قیمت ——— ۵۰ پیسے

— ایجنٹ حضرات —

مطلوبہ تعداد سے آج ہی مطلع کریں ۱۵ فروری سنہ ۶۳ء کے بعد تعداد میں کمی بیشی نہیں ہو سکے گی —

سید مشتاق حسین بخاری (مینیجر)



صادق انجینئرنگ ورکس فون نمبر ۴۹۷۶ بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور (ویسٹ پاکستان)

بیان المطلوب: مترجم مولوی فیروزالدین حضرت علی ہجویریؒ کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب کا سلیس اردو ترجمہ۔ قیمت ۷٫۵۰ روپے

خطبات: عصر حاضر کے دینی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی تقاضوں کے مطابق ۵۲ خطبات۔ فروعی اختلافات سے پاک۔ اصولی امور دین پر مشتمل۔ قیمت دس روپے

کتاب الحج: از عبدالحمید خاں۔ گھر سے لے کر اختتام حج تک تمام مناسک ادا کرنے کے طریقے اور وہ دعائیں جو مختلف مقامات پر پڑھی جاتی ہیں۔ قیمت ۲٫۵۰ روپے

قرآنی تصوف اور اقبالؒ: از پروفیسر شاہ عبدالغنی (علیگ) اسلامی فقر وتصوف سے متعلق اقبالؒ کے افکار ونظریات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔ قیمت ۸ روپے۔

قرآنی جواہر پارے: از عبدالحمید خاں ایم اے آیات قرآنی کا انتخاب مع ترجمہ جو تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں اور جنھیں بطور حوالہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ قیمت ۲ روپے۔

آب کوثر: از شیخ محمد اکرام۔ پاک وہند میں اسلام کے آغاز اور مجددین وصوفیائے کرام کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ سنہ ۷۱۱ء سے سنہ ۱۵۲۶ء تک کی اسلامی دستاویز۔ قیمت ۵٫۵۰ روپے

رود کوثر: از شیخ محمد اکرام۔ مداریہ، روشنیہ، قادریہ، چشتیہ اور صابریہ وغیرہ سلسلوں کا تفصیلی تذکرہ سنہ ۱۵۲۶ء کے بعد کی اسلامی تحریکوں کی مکمل تاریخ۔ قیمت ۷ روپے

موج کوثر: از شیخ محمد اکرام سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کے سیاسی واخلاقی زوال اور ذہنی وفکری انحطاط کے اسباب کا سیر حاصل تجزیہ۔ قیمت ۴٫۵۰ روپے

اسلامی کتابیں

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، راولپنڈی، پشاور، حیدرآباد، کراچی

دُعا مانگنے کا مسنون طریقہ

—— غلام محمد خادم شیخ الاسلام مدنیؒ چک نمبر ۱ نوشہرہ ضلع شیخوپورہ

• قبولیت عمل کے لئے دو رکن ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارکان موجود نہ ہوں۔ عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک عمل کا خالص ہونا واسطے اللہ تعالیٰ کے کہ کسی طرح کا لگاؤ غیر اللہ کا ظاہراً وباطناً قولاً وعملاً حالاً وخیالاً نہ ہو۔

دوسرا رکن یہ ہے کہ وہ عمل سنت مطہرہ کے مطابق ہو —— حاصل یہ ہے کہ قبولیت اعمال کے لئے ان دو امور کا موجود ہونا واجب ہے۔ ایک اخلاص + دوم مطابقت کتاب وسنت اگر ان دونوں میں سے ایک بھی مفقود ہو۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ عمل مردود اور عامل اس کا درگاہ خدا سے مطرود ہے۔

دعا مانگنے کا مسنون طریقہ بیان کرنے سے پہلے اتنا عرض کر دوں۔ کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں۔ ان میں سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہوکر اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ان کے سلام پھیرنے کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ تین مرتبہ آیتہ الکرسی اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اللہ اکبر ۳۴ بار، اور ایک بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے پھر دعا مانگے۔ جیسے نماز پڑھی ہے۔ ویسے ہی دعا مانگو۔ یعنی جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھو تو دعا امام کے ساتھ مل کر مانگو اور جب سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو جاؤ۔ تو دعا اپنی اپنی تنہا مانگا کرو۔ دعا مانگنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اُٹھا کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک پڑھو اور پھر التحیات کے بعد والا یا اور کوئی درود شریف پڑھو۔ پھر جتنی دعائیں دل چاہے سو کہ قرآن پاک اور حدیث پاک میں آتی ہیں پڑھو۔

دعا کے خاتمہ پر یہ پڑھیئے :۔
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(ترجمہ) پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے۔ ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فراغت حاصل کرنا حضرات صحابہؓ کو اس سے معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ نماز کے بعد آپ اس آیت کو پڑھا کرتے تھے۔ احادیث میں ختم مجلس پر بھی ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہے۔ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرضوں کے بعد تین مرتبہ اس آیت کا پڑھنا بڑا ثواب ہے۔ حق تعالےٰ ہر مسلمان کو اپنی محبت و معرفت، رضا و استقامت، علم و عمل، اتباع سنت، سفر حج اور حسن خاتمہ عطا فرما دیں۔ آمین

تنظیم اہل سنّت لاہور
کا
عظیم الشّان جلسہ

۱۷ فروری ۱۹۶۳ء بروز اتوار ۱۲ بجے صبح
باغ بیرون موچی دروازہ لاہور
میں
زیر صدارت چوہدری محمد حسین صاحب اٰئس چیئرمین لاہور کارپوریشن منعقد ہو رہا ہے
جس میں
ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ایم۔پی۔اے ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان
مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد علی جالندھری صدر مجلس تحفّظ ختم نبوت پاکستان
حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی ناظم اعلیٰ تنظیم اہلسنت پاکستان
اور
مبلغ تنظیم مولانا ضیاء القاسمی تقاریر فرمائیں گے
طالب حق ناظم تنظیم اہلسنت لاہور
(ایڈیٹر پیام اسلام)

بقیہ صیامِ رمضان صفحہ ۸ سے آگے

رحمت خداوندی جوش میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا جو روزہ کھا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے دُرّے لگوائے اور فرمایا کہ اے بدبخت ہمارے ہاں تو چھوٹے بچے بھی روزے رکھتے ہیں اور جب وہ شدّت بھوک سے رونے لگتے ہیں تو ہم انہیں خیال بدلنے کے لئے گڑیوں کی طرف مشغول رکھ کر تسلّی دیتے ہیں۔ مگر تم عاقل و بالغ ہوکر روزہ کھا رہے ہو اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔ حدیث مذکورہ کے دوسرے ٹکڑے میں حضور علیہ السلام نے احترام رمضان اور قیام لیل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ مواقع پر بیان کی جائے گی

قیام رمضان و تلاوت قرآن

ماہ رمضان قرآن کی سالگرہ ہے رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح کرنا اور تراویح میں ایک دفعہ قرآن مجید سننا سنت نبویؐ ہے۔ ہر مومن مرد و عورت کو رمضان میں تلاوت قرآن زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیئے۔ ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ رمضان کے مہینہ میں تیس۳۰ ختم قرآن دن کو اور تیس۳۰ ختم کلام پاک رات کو کرتے تراویح اور اس میں قرآن کریم کا پڑھنا اور سننا سنت ہے ضروری چیز ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ

وَلَا یُتْرَكُ بِكَسْلِ الْقَوْمِ

یعنی قوم کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے یہ سنت ترک نہیں کی جا سکتی قرآن کریم کی جتنی زیادہ تلاوت کی جائے گی اتنا ہی باعث اجر و ثواب ہوگا۔

بقیہ فاتح خیبر

الفاظ تیر بن کر حیدرؓ کرار کے سینہ میں پیوست ہوگئے۔ مقابلہ بڑا کٹھن تھا۔ تین ہی وقت کا فاقہ آپ اور آپ کے اہل و عیال پر تھا، فطرتِ انسانی کا تقاضا کچھ اور تھا۔ مگر بڑھیا کی پرسوز صدا نے جس میں خدا کا نام شامل تھا۔ اس قلب کو جو دشمن توحید و رسالتؐ سے مقابلہ کے وقت سنگ سے زیادہ سخت ہوتا تھا موم کردیا ــــ درم بڑھیا کے حوالے کیا اور فرمایا "خدا تجھ پر اور مجھ پر رحم کرے۔

جو شخص ان خصائل و اوصاف کا مالک تھا۔ جس نے غریبوں اور بےکسوں کو سینے سے لگایا اور ظالموں اور سرکشوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ جس کی قوت نے دشمنان توحید و رسالتؐ کو تہس نہس کردیا۔ جس کی پوری زندگی کتاب ہُدیٰ کی تفسیر تھی۔ جس کی علمیت نے دنیائے عرب کو منور کردیا۔ جس کے نور سے چمنستانِ اسلام جگمگا رہا ہے اور جس کے کارنامے آزادی پسند قوموں کے لئے آج بھی مشعل راہ ہیں۔ اُسے ۴۰ھ رمضان کی سترھویں شب جبکہ دنیا پر خاموشی چھائی ہوئی تھی ایک شقی القلب ابن ملجم نے عین نماز کے وقت وار کر کے سخت مجروح کر دیا۔ تلوار نصف سے زیادہ اُتر گئی اور اس زندگی کو ختم کرگئی جس کا ایک ایک لمحہ توحید و رسالتؐ اور دین قیّم کی حفاظت میں صرف ہوا تھا ــــ موت مسلمانوں سے وہ دولت چھین لے گئی جس کی انہیں ضرورت تھی

تقدیر نے خلافت راشدہ کے آخری رکن کو ابدی نیند سلا دیا ــــ اور چشم فلک نے یہ نظارہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ کی سرزمین، مکہ اور مدینہ کے در و دیوار، عراق و شام کے شجر و حجر علی مرتضیٰؓ کی شہادت پر ماتم کناں تھے ــــــــ



فاتح خیبر

محمد اکرام الحق
گجرات

زہد و تقویٰ کا تذکرہ ہو یا شجاعت و مردانگی زیرِ بحث ہو۔ اسد اللہ کی شخصیت کا تصوّر ذہن میں آنا یقینی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم، سیدنا صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ اور سیدنا علی المرتضیٰ کی شخصیتوں کو جس زاویہ سے دیکھا جائے اکمل و جامع ہی نظر آئیں گی۔ حضرت علی آغوشِ مصطفوی کے پروردہ، قریش جیسے غیور و معزز خاندان کے چشم و چراغ، اخلاقِ حسنہ کے پیکر اور اوصافِ حمیدہ کے مجسمہ تھے شجاعت و عدالت میں یکتا اور علم و حکمت میں لاثانی تھے۔

دُنیا کا یہ عظیم ترین انسان بعثت نبوی سے تقریباً آٹھ یا دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہُوا۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کعبہ میں طواف کر رہی تھیں تو اس وقت آپؓ کعبہ ہی میں پیدا ہُوئے۔ آپؓ کے والد ماجد حضرت ابو طالبؓ کثیر العیال تھے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پرورش کے لئے اپنے ہاں لے آئے۔

داعی برحق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت تبلیغ توحید شروع فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ آپ کو حضورؐ سے اس درجہ محبت تھی کہ جب آپ نے آل غالب سے فرمایا۔ کہ تم میں سے کون راہ خدا میں میری مدد کر سکتا ہے تو سینکڑوں آدمیوں میں سے جس نے اس صدا پر لبیک کہی وہ یہی کمسن بچّہ تھا چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ جب رسولِ خدا دشمنوں سے اکتا کر خدا کے حکم سے مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے۔ جب اعدا کی پُوری جماعت تلواریں ہاتھ میں لیے خونِ رسالت کی پیاسی گھر کو گھیرے بیٹھی تھی اُس وقت یہی بچّہ خاندان میں سے آپ پر فدا ہونے کو تیار ہُوا۔ حیدرِ کرّار نے ایک دو مرتبہ نہیں ہزارہا دفعہ سرورِ کائنات پر قربان ہونے کی کوشش کی اور اپنے عہد کو سچا کر دکھایا۔ شجاعت و صداقت، کرم و ایثار، خلوص و محبت قدرت نے کُوٹ کُوٹ کر ان کی ذات میں ودیعت کیے تھے۔ رسُولِ خداؐ کی محبّت اور توحید خداوندی کی اُلفت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور چمنستانِ اسلام کے اس شاداب پھول کو سدا بہار بنا دیا۔ جب آپؓ جوان ہُوئے تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت آپ کے رحم و انصاف کے گیت بچہ بچہ کی زبان پر تھے اور آپ کی ہمّت و جرأت کا ڈنکا تمام عرب میں بج رہا تھا۔

میدانِ جنگ میں بعض آڑے وقتوں میں سرور کائنات نے آپ کو مُقابلے کا حکم دیا اور سنگین سے سنگین معرکہ میں فتح کا سہرا خُداوندِ قدیر نے آپؓ کے سر باندھا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

غزوۂ بدر میں جب فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی تو مشرکین و منافقین کا سردار عتبہ بن ربیعہ سامنے آیا۔ یہ مشہور بہادر تھا اور اس کی شجاعت کا لوہا سب مانتے تھے۔ اُس نے باوازِ بلند سرورِ دو عالم سے کہا کہ میری تلوار اب قریش کے خُون کی پیاسی ہے۔ کوئی میرا ہمسر لشکرِ اسلام میں موجود ہو تو مُقابلہ کے لیے بھیجو۔ اس گستاخانہ اور مُتکبّرانہ فقرہ سے مُسلمان برافروختہ ہوئے اور رسالت مآب نے حیدرِ کرّار کو حکم دیا کہ میدان میں جا کر ابن ربیعہ کا مقابلہ کریں۔ بھلا شیرِ خدا کا مقابلہ ایک سرکش و مغرور مُشرک کیا کرتا۔ مقابلہ ہوا اور ذوالفقارِ حیدری نے پیکرِ غرور و نخوت کا سرکش سر ایک ہی وار میں جسم سے علیحدہ کر کے فیصلہ داعیانِ توحید کے حق میں کر دیا۔

جو شخص جرأت و ہمت کے لحاظ سے اس قدر اُونچے مقام پر تھا اُس کے ایثار و کرم کی بھی یہ حالت تھی کہ سرورِ دو عالم کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ایک رات ان کے خاندان پر فاقہ کی گُزری۔ نمازِ فجر سے فراغت پاکر فاتح خیبر تلاش معاش میں باہر نکلے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ دیر تک پھرتے رہے لیکن کام نہ ملا۔ دن کا بڑا حصّہ اسی ادھیڑ بن میں گزر چُکا تھا۔ بازار کے متواتر کئی چکّر لگائے لیکن بے سُود۔ حتیٰ کہ آفتاب کی کرنیں ماند پڑنے لگیں۔ اور وہ اپنا سفر ختم کر کے رات کی آغوش میں جانے کی تیاری کرنے لگا۔ سُورج غروب ہو گیا تھا تاریکی دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ حیدرِ کرّار نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد باہر نکلے کہ ایک تاجر سامان لے کر پہنچا۔ آپ سامان ڈھونے میں مصروف ہو گئے۔ دُنیا کی آنکھیں اس سے زیادہ تیرہ و تار سماں مشکل دیکھ سکیں گی کہ علیؓ ابن ابی طالب کا چہرہ خاک آلُود ہے اور لباس گرد میں اَٹ رہا ہے۔ شیرِ خُدا سامان ڈھو چکے، ایک درم ان کی ہتھیلی پر رکھا گیا اور انسانیت کی اس مجسّم تصویر نے بیوی بچّوں کا پیٹ بھرنے کی فکر میں جلدی جلدی قدم اُٹھائے۔ فاتح خیبر ایک درم حاصل کر کے خوشی خوشی مدینہ کی گلیوں سے گُزر رہے تھے کہ ایک بڑھیا جس کے قویٰ کا انحطاط حیات انسانی کی تفسیر کر رہا تھا، لکڑی ٹیکتی ہوئی سامنے آئی اور علیؓ ابن طالبؓ کی صورت پہچان کر باوازِ بلند کہا "علیؓ! میں اور میرا بوڑھا بیمار شوہر تین وقت سے بھُوکے ہیں۔ خدارا ہمارا پیٹ بھر دے" بڑھیا کے (بقیہ بر صفحہ ۱۸)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۴/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۳۰ / ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء